۲۲۶۵ ۲۲۶۶
~~۳۳۶۴~~ ~~۳۳۶۵~~
دو حریف سراغ رساں شاہراہ دولت

حصہ سوم

طریق دولت

جس میں امریکہ کے مشہور دولتمند نمائش کرنیوالے مسٹر "بارنم"
نے "دولت کمانے کا فن" بڑی خوبی اور عمدگی سے قلمبند کیا ہے
بارنم صاحب نے اپنے سوانح عمری میں لکھا ہے کہ مینے صرف سنہ ۱۸۵۹ء
میں انگلستان میں سو مختلف مقامات پر بار بار اس لکچر کو سنا کر
لاکھوں روپے کمائے۔ اور کہ صرف ایک اخبار نے اس لکچر کا
حق تصنیف چھ ہزار ڈالر مجھے پیش کیا مگر مینے نا منظور کیا

سنہ ۱۸۹۹ء

منشی محبوب عالم ایڈیٹر اخبار پیسہ لاہور نے اردو میں ترجمہ کیا

مطبع خادم التعلیم پنجاب لاہور میں باہتمام منشی محمد عبد العزیز مہتمم طبع ہوا
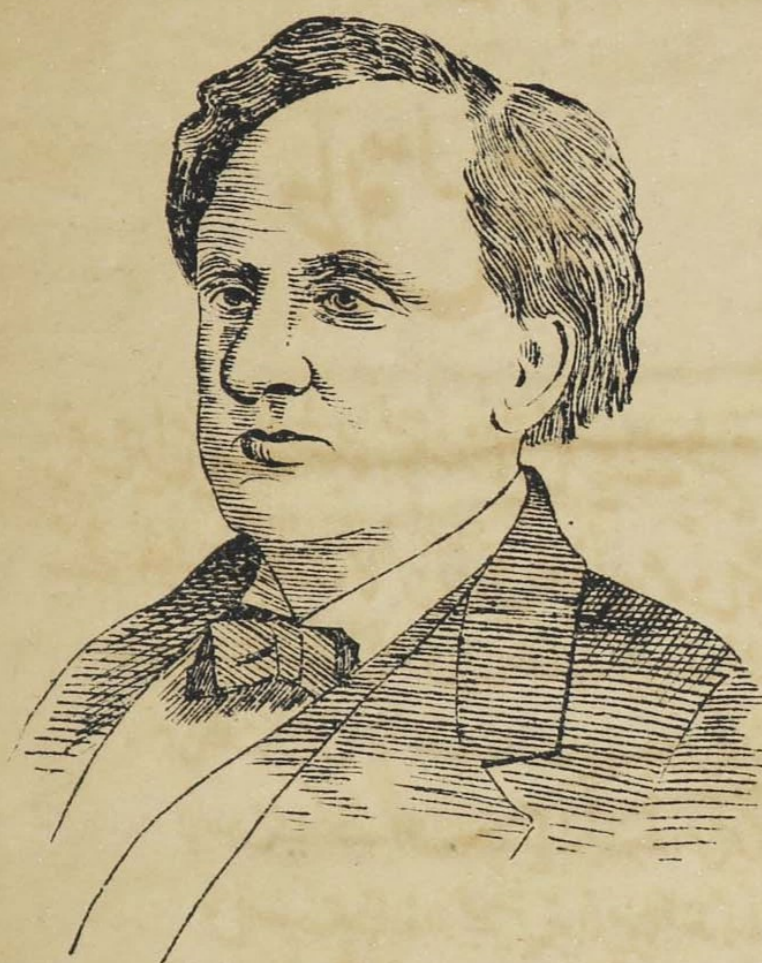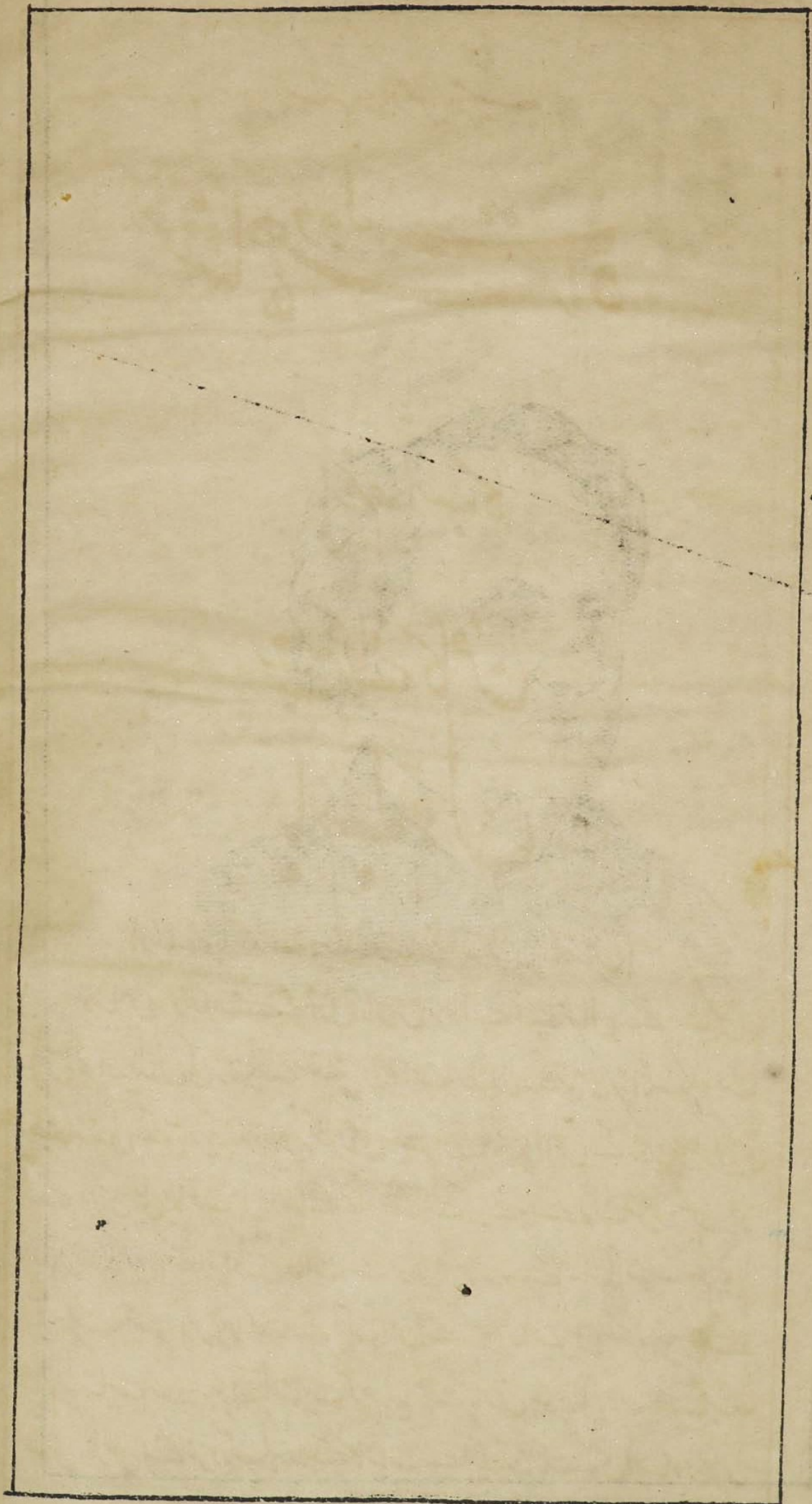
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شاہراہ دولت

یا

بارنم صاحب کا

روپیہ کمانے کا فن

باب اوّل

{دنیا کے باشندے دنیا کی نسبت دو مختلف رائیں رکھتے ہیں}

دنیا میں دو مختلف قسم کے آدمی آباد ہیں۔ جو اپنے اپنے خیال کے مطابق اس عالم اور یہاں کی زندگی کے متعلق دو مختلف رائیں رکھتے ہیں۔ ایک جماعت طبعاً زندگی کے تاریک پہلو پر نظر رکھتی ہے اور دوسری اس کے روشن پہلو کو دیکھتی ہے۔ اسی پہلی جماعت میں دنیا کے تمام شکایت کرنے والے لوگ موجود ہیں۔ جو یہاں کے کسی انتظام اور کسی حالت سے خوش نہیں ہو سکتے۔ مثلاً موسم ہی کی طرف دیکھو۔ اِس جماعت کے لوگ اس سے کسی حالت میں مطمئن نہیں ہو سکتے یا تو یہ نہایت سرد ہو جاتا ہے یا نہایت گرم یا سخت بارش ہو جاتی ہے یا سخت خشک سالی۔ غرض اِنکے نزدیک ابتدائے کائنات سے لیکر آج تک کوئی ایسا دن نہیں۔

نکلا جو ان کے مزاج کے موافق ہوتا - اگر اُن کے اختیار میں ہوتا - تو وہ اِسکو ذرا اور درست کر لیتے - اِس جماعت کے لوگ ہمیشہ تکلیف ادھار لینے پھرتے ہیں دوسری جماعت کے لوگ جو زندگی کو اِن سے زیادہ قابل زیست سمجھتے ہیں وہ صرف اس کے روشن پہلو پر نظر ڈالتے ہیں - اور اِس خیال سے کہ فکر سے زندگی وبال ہو جاتی ہے اُن سے جہاں تک ہو سکتا ہے بے فکری سے زندگی بسر کرتے ہیں - اِن لوگوں نے تجربے سے نتیجہ نکالا ہے کہ دنیا میں بہت بڑی مقدار تکلیف کی صرف خیالی اور مستعار ہوتی ہے - اور اِسی لئے وہ اِس سے پرہیز کرتے ہیں +

ایک جماعت اس دنیا کی نسبت یہ خیال رکھتی ہے کہ اِس میں پیدا ہونا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ انسان مصائب اور تکالیف برداشت کرے - اُن کے لئے دنیا "آنسوؤں کی وادی" سے کم نہیں - اور اِس میں سوائے اِسکے اور کوئی خوبی نہیں کہ یہ آئندہ جہان میں جانے کے لئے تیاری کرنے کا ابتدائی مدرسہ ہے - اور کہ یہاں اپنی قابلیت ثابت کرنے سے ہمیں وہاں کی دائمی خوشی اور ابدی آسایش کا حق حاصل ہو جاتا ہے +

دوسری جماعت کا عقیدہ ہے کہ یہ دنیا ہر طرح سے نہایت خوبصورت ہے یہ دانش اور نیکی سے پیدا ہوئی ہے - اور عارضی قیامگاہ برکتوں اور خوشیوں سے بھرپور ہے -

ہر چیز سے خوش ہونا سیکھو

پہلی جماعت اس دنیا اور یہاں کے باشندوں - یہاں کے فکروں اور غموں یہاں کے گناہوں اور شرارتوں کو دیکھ کر اس پرانے گیت کے منشا سے ایک حد تک اتفاق کرتی ہے +

"یہ دنیا کہ جس میں ہم رہتے ہیں اچھی ہے
مستعار دینے یا خرچ کرنے یا جھک جانے کے لئے
لیکن بھیک مانگنا یا اُدھار مانگنا یا اپنا حصہ مانگنا
اِس لئے تو جناب یہ دنیا نہایت ہی بُری ہے" +

اس جماعت کے لوگ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ بحیثیت مجموعی اس دنیا میں رہنا بڑا ہی مشکل ہے کہ جس میں ہمیں بلا ہماری رضامندی - خواہش یا کسی کوشش کے دھکیل دیا گیا ہے - وہ کہتے ہیں اور ثبوت بھی پیش کرتے ہیں کہ ہم اس دنیا میں بالکل بے بس پیدا کئے گئے ہیں - کہ مادر زمین ہم سے ذرہ بھی شفقت کا برتاؤ نہیں کرتی - بلکہ یہ ماں ایسی نامہربان - ناراض اور جفا و جور کی عادی ہے کہ ہزاروں خوشدامنوں میں سے ایک بھی اِس کا مقابلہ نہیں کر سکتی - کہ جنکی کہانیوں سے کتابیں بھری پڑی ہیں +

(کوئی چیز خوش نہیں کر سکتی)

اس میں کلام نہیں کہ اگر ہمیں ماں کی گیتی کی توجہ پر ہی سہارا ہوتا - اور اسکے سوائے اور کوئی مدد باہر سے نہ ملتی - تو ہم دنیا میں پیدا ہوا - ایک دن بھی زندہ نہ رہ سکتے"

یہ زمین ہر قسم کی خوراک سے پر ہے تاہم یہ خود بخود ہمیں کبھی نہیں پہنچاتی - یا تو ہم اپنی مدد آپ کریں یا دوسرے ہماری مدد کریں - ورنہ ہم تباہ ہو جاویں - ہمیں جلدی ہی ثابت ہو جاتا ہے کہ ہم ایسی دنیا میں بستے ہیں کہ جہاں یا تو محنت کر کے زندگی بسر کریں یا نہ مر جائیں +

زمین ہمیں ہرگز پوشاک ہم نہیں پہنچاتی - اور ذرہ پروا نہیں کرتی اگر ہم مادر زاد برہنہ پھرا کریں - جب تک کہ ہم اپنے لئے خود محنت و مشقت کر کے لباس ہم نہ پہنچاویں ؛

یہ اس قدر لمبی چوڑی نامہربان زمین جب اپنے محور پر گردش کر کے اپنا روزانہ دورہ ختم کرتی ہے تو اسے ہماری موجودگی یا برف سے منجمد ہو جانے یا آگ سے جل جانے ڈوب جانے - فاقوں مرنے یا ہمیں کچل ڈالنے کی - اگر ہم اس کے راستے میں آجائیں مطلق پروا نہیں ہوتی - یہ ہرگز ہمارے لئے بنے بنائے مکانات مہیا نہیں کرتی - بلکہ اپنے لوہے کو کچی دھات کی شکل میں کان میں دبا رکھا ہے - اپنے تختوں کو اس نے عظیم الشان شاہ بلوط کے درخت کے مضبوط جگر میں چھپا رکھا ہے اور اپنی اینٹوں کو سخت چکنی مٹی کے نیچے بچھایا ہوا ہے - جہاں سے یہ سب چیزیں کسی صورت سے نہیں نکل سکتیں جب تک کہ پسینہ نہ بہایا جاوے اور محنت نہ کیجاوے - اور جبکہ آخر کار لوہا پگھلایا جاوے - لکڑی کے تختے چیر کر صاف کئے جاویں - زمین کھود کر اینٹیں پکائی جاویں - اور کئی روز تک مصروف اور محنتی ہاتھ تھکا کریں تو ہمارا گھر جا کر تیار ہو - اب اسوقت ایک نئی طرح کی جنگ کی بنیاد پڑتی ہے ہمیں کہر - بارش - کلر اور پھپھوندی اور سینکڑوں دوسرے دشمنوں سے مقابلہ کرنے کیلئے کمر ہمت چست کرنی پڑتی ہے - اور ہمیں یاد آتا ہے کہ ہم ایک ایسی دنیا میں رہتے ہیں کہ جہاں کیڑا اور مورچہ خراب کرتا ہے اور جہاں چور سیندھ لگا کر چرائے جاتا ہے" ؛

اور یہ قناعت اس طرح بخشتی ہے نہ انسان زمین کو دولت سے لبریز اور اُن تمام چیزوں سے جو زندگی کو خوشحال کر سکتی ہیں - پُر پاتا ہے بلکہ زمین اپنے خزانوں کو ایسی جگہوں میں مقفل اور چھپایا نہ کرے کہ جہاں تک صرف محنت اور تکلیف کی دسترس ہو سکتی ہے - اور یہ ایسی ہوشیاری اور سختی سے اُن کی حفاظت کرتی ہے کہ صرف نہایت مستقل مزاج اور ہمت نہ ہارنے والے لوگ اُن کے دریافت

کرنے میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں +

اور جب یہ خزانے آخر کار مل جاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انہیں کے اندر ان کی موت کا خمیر موجود ہے۔ کیونکہ ہر ایک دنیاوی چیز کا قدرتی دشمن یہیں موجود ہے محنت کش دہقان بڑی مشقت کے ساتھ تخم زمین میں ڈالتا ہے۔ اور وہ بخوبی جانتا ہے کہ اس تخم کو پا کر تباہ کرنے کے لئے لاکھوں حشرات الارض گھات میں بیٹھے ہیں۔ اس کو سردی۔ گرمی۔ آندھی۔ طغیانی۔ پھپھوندی۔ خشکسالی اور وقت کے تیز دانتوں سے لڑنا پڑتا ہے۔ دس ہزار کیڑے اس کا تخم خراب کرنے کے لیے تاک لگائے بیٹھے ہیں اور لاکھوں کیڑے کمین میں ہیں کہ "کب گلا پھرتے۔ کب خوشہ نکلے اور کب غلہ خوشے میں پیدا ہو" +

دستکار کو بھی اتنے ہی دشمنوں سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ جتنوں سے کہ دہقان کو سابقہ پڑتا ہے۔ اس کے ہاتھ اور دماغ کی ہر ایک تیار کی ہوئی چیز پر بھی فرسودگی اور زوال کے لفظ کندہ ہیں۔ اور وہ بھی مثل تمام بنی نوع انسان کے دریافت کرتا ہے کہ اس دنیا میں "سلامتی کی قیمت" صرف فکر غور لگاتار کوشش اور دائمی ہوشیاری ہے +

پھر اس کے بعد بیماریاں۔ درد ۔ غم۔ عزیزوں کی دائمی مفارقت اور موت قدم قدم پر ہم سے ملکر بلند آواز سے پکارتی ہیں کہ "یہ دنیا درد اور غم اور مایوسی اور تکلیف اور مصیبت سے بھری ہوئی ہے" +

خود نسل انسان ہی میں یہ ضدات موجود ہیں۔ ہم سب اس نا انسانیت سے ناواقف نہیں جو ایک آدمی دوسرے سے مرعی رکھتا ہے۔ اور ہم اس سچی مثل کو نہیں بھولتے کہ "بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھا لیتی ہے"۔ اور ہم روزمرہ اس کے ثبوت موجود پاتے ہیں کہ انسانی فطرت میں خود غرضی کوٹ کوٹ کے بھری ہے۔ یہاں تک کہ بطور قاعدہ کلیہ کے زبردست زیر دست پر دست درازی کرتا ہی چلا

سادہ لوح کو دھوکہ دے جاتا ہے اور اسی طرح ایک لگاتار جنگ اور لڑائی وہیں سے
لحظہ تک جاری رہتی ہے۔ یہ جماعت آدمیوں کی جو دنیا کو اس غمناک پہلو سے دیکھتی
ہے اور اس کے مخلوق ہونے میں کوئی منفعت نہیں دیکھتی یہ ماننے پر آمادہ
جاتی ہے کہ دنیا کی خلقت یا تو کسی غلطی کا موجب ہے اور یا دنیا پر کسی شیطانی طاقت
کا قبضہ ہو گیا ہے ؛

وہ مانتے ہیں کہ وہی خالق مطلق برائی کو دنیا میں کھلم کھلا اور بلا روک ٹوک
پھیلنے دیتا ہے۔ اور کہ اسی نے انسان کو طاقت دے رکھی ہے کہ اپنے ہی
کاموں سے برائی کو بھلائی پر غالب کرے۔ اور اپنی ہی شرارت سے اسی کی
تخفیر کرے۔ وہ کہتے ہیں کہ چونکہ قادر مطلق نے اس طور سے ہمیں برا کرنے اور
دنیا میں شرارت پھیلانے کی طاقت بخش رکھی ہے۔ یہ دنیا گناہ اور خود غرضی سے
اسقدر رنج تک معمور ہو گئی ہے۔ اس کی اس کے مقابلے میں کچھ حقیقت نہیں ؛

اس دنیا کی نسبت یہ خیال رکھکر ان لوگوں کے لئے یہ نتیجہ نکالنا مشکل کام
نہیں ہے کہ عاقبت میں بھی یہاں کی طرح غیر متناہی گناہ اور جھگڑا پھیلا رہیگا ؛

دوسری جماعت بنی نوع انسان کی تسلیم کرتی ہے کہ نادر زمین کی بے مہری
اور بے توجہی کی نسبت جسقدر ذکر کیا جاتا ہے سب صحیح ہے۔ اور کہ بلا انسانی
سعی کے زمین کی مہربانی نہیں حاصل کیجا سکتی لیکن وہ کہتے ہیں کہ یہی سعی ہمارے
لئے ایک برکت ہے۔ وہ ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ جب کہ خالق عالم نے اس دنیا
کو مخلوق کیا تو اس نے ہر چیز کو بجائے خود اچھی سمجھ کر بنایا۔ اور چونکہ وہ عالم الغیب
بھی ہے۔ اس لئے جو کچھ اب ظہور میں آ رہا ہے یہ سب اسی وقت اسے معلوم تھا ؛

وہ قائل ہیں کہ خالق کو دنیا کی صفت کی نسبت غلطی نہیں ہوئی کیونکہ ان کا
عقیدہ ہے کہ عقل کل غلطی نہیں کر سکتی قدرت الٰہی کو شکست نہیں ہو سکتی اور
لامحدود نیکی بیرحمی اور نامہربانی روا نہیں رکھ سکتی۔ وہ کہتے ہیں کہ نہ صرف زمین

اور آدمی اور انسانی طاقتیں بلکہ تمام عالم کا نظام دانش اور محبت سے پیدا کیا گیا
تھا۔ کہ خدائے تعالےٰ کی غرض آفرینش سے نیکی تھی۔ اور کہ لامحدود دانش کبھی ناپید
نہیں ہو سکتی۔ اور کہ نظام کائنات ایک ایسے غلطی نہ کرنے والے طریق پر چل رہا
ہے جو کہ نہایت اعلےٰ قانون اور نظم کے مطابق ہے۔ اور کہ جب تک کہ انسان
اپنی زندگی کے اِن قوانین کے تابع رہتا ہے اور فطرت کی عقلمند منصفانہ اور
نیک ہدایات کی تعمیل کرتا ہے وہ اس دنیا کو بہشت کی مثال پائیگا۔ جو کہ نہایت
مجلا جلال سے چکاچوند ہو رہی ہے اور لاکھوں برکتوں سے بھرپور ہے +

وہ مُدعی ہیں کہ محنت اور جہد اور تفکر اور غور اور چوکسی بلکہ درد اور مایوسی بھی
بالکل وہ چیزیں ہیں کہ جن کی ہماری فطرت محتاج ہے۔ تاکہ ہمارے جسم کو طاقت اور
صحت حاصل ہو۔ اور ذہن کو قوت۔ مسرت اور بشاشت ملے۔ وہ معلوم کر چکے
ہیں کہ ہماری ہستی کے تمام قوانین ایک نیک اور عقلمند باپ نے مُرتّب کئے تھے۔
اور محض ہماری بہتری کے لئے مرتب کئے تھے۔ اور ہمارے خالق نے اپنے
کسی مخلوق سے کوئی ایسی چیز نہیں طلب کی کہ جس کی تعمیل سے اس دنیا میں
اُس مخلوق کی اپنی خوشنودی منصور نہ ہو۔ اُن کو انجیل کا یہ قول یاد ہے کہ "دانش
کی راہیں تمام خوش آئند ہیں اور تمام اس کے راستے پُرامن" ۔ کہ نیک اور مہربان
اور مخیر ہونا ہی سچی خوشی ہے۔ کیونکہ یقیناً ہمیشہ "لینے کی نسبت دینا زیادہ متبرک
ہے"۔ لیکن جو کہ خود غرض۔ بدباطن۔ بیرحم اور بے فیض ہوتے ہیں وہ ضرور قدرتاً
ہی "پرجوش سمندر کی مثال ہیں جب کہ یہ آرام نہیں کر سکتا۔ اور جسکا پانی کیچڑ اور میل
پھیلاتا ہے" ۔ اور میرا خدا فرماتا ہے کہ شریروں کے لئے کوئی امن نہیں اور نافرمان
برداروں کا راستہ سخت ہے۔ اور جب تک کہ وہ اپنی نافرمانی سے باز نہ آویں
اس دنیا میں اور نہ دوسری میں اُن کے لئے کوئی چین ہے۔ کیونکہ گناہ اور مصیبت
ایسے ہی ایکدوسرے سے مخلوط اور متحد ہیں جیسے کہ پاکیزگی اور خوشحالی۔ وہ

کہتے ہیں کہ کوئی بشر اس یا کسی آنے والی دنیا میں سچی خوشی نہیں حاصل کر سکتا جب تک وہ قوانین الٰہی کی پوری پوری پیروی نہ کرے۔ لیکن جیسے کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ نیکی سے برائی پر غلبہ حاصل کرو۔ خدا بھی بالآخر یہی کرے گا۔ پس ثابت ہوا کہ برائی عارضی اور نیکی ابدالآباد تک رہنے والی ہے ؛

باب دوم

(سچی اور جھوٹی کفایت شعاری۔ کامیابی کی بنیاد)

اضلاع متحدہ امریکہ میں کہ جہاں ہمارے پاس آدمیوں کی ضرورت سے اراضی بہت زیادہ ہے۔ اچھی صحت کے آدمیوں کے لئے روپیہ پیدا کر لینا ذرا بھی مشکل کام نہیں۔ اس نسبتاً نئے میدان میں اس قدر راستے کامیابی کے کھلے ہیں اور پیشے موجود ہیں جن میں ابھی بڑی گنجایش ہے کہ کوئی عورت یا مرد جو کام کرنے پر آمادہ ہو۔ اس کو چاہیے کہ جو عزت کا درجہ یا پیشہ اُسے پسند آئے اُس کو اختیار کرے۔ اُسی میں اُسے فائدہ ہونے لگے گا ؛

جو لوگ واقعی اس قدر دولت حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ جلدی ہی کمانے کے فکر سے آزاد ہو جاویں انھیں صرف اس کام کا عزم کر لینا چاہیے جیسا کہ وہ اور کاموں کی تکمیل کا عزم کر کے اُن کے درپے ہو جاتے ہیں۔ تو یقین ہے کہ وہ بہت جلد کامیاب ہو جائینگے۔ لیکن روپے کا کمانا خواہ کتنا ہی سہل ہو مجھے یقین ہے ناظرین کو اس بات میں مجھ سے اختلاف نہ ہوگا کہ اس کا بچانا بہت مشکل ہے۔

ڈاکٹر فرینکلن سچ کہتا ہے کہ "روپیہ کمانے کی سڑک ایسی صاف ہے جیسا کہ ہمارے گاؤں کی پن چکی کی طرف راستہ جاتا ہے"۔ غرض دولت کمانے کا گر صرف اتنا ہے کہ جتنا کمائیں اُس سے کم خرچ کریں۔ اور یہ کام بظاہر بہت مشکل بھی نہیں نظر آتا مسٹر

مکابر جو دانشمند ڈکنس کے فسانوں میں ایک شخص کچھ کیرکٹر ہے۔ اس معاملے کو بڑی خوبصورتی سے ادا کرتا ہے جبکہ کہتا ہے کہ بیس پونڈ سالانہ کی آمدنی رکھنا اور بیس پونڈ سے چھ پنس زائد خرچ کرنا دنیا کے نہایت بدقسمت آدمیوں میں سے ہونا ہے۔ بحالیکہ صرف بیس پونڈ کی آمدنی رکھنا اور انیس پونڈ سے چھ پنس زائد خرچ کردینا تاہم دنیا میں زیادہ خوش نصیب بشر ہوتا ہے۔ میرے ناظرین میں سے بہت

(مکابر)

لوگ کہ اٹھینگے کہ "ہم یہ بات پہلے ہی جانتے ہیں۔ یہ تو کفائت شعاری ہے اور ہم خوب جانتے ہیں کہ کفایت شعاری ہی دولت ہے۔ مگر ساتھ ہی ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ دو جس روٹی کو کھالیں اُس کو بچاکر نہیں رکھ سکتے"۔ تاہم میں ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں کہ کاروبار میں جسقدر ناکامیاں ظہور میں آتی ہیں بہ نسبت اور سب اسباب کے صرف اس ایک وجہ سے زیادہ پیدا ہوتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بہت لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ کفائت شعاری کو بخوبی سمجھتے ہیں بحالیکہ وہ بالکل نہیں سمجھتے ؛

سچی کفایت شعاری کی نسبت بہت کچھ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے۔ اور لوگ عمریں صرف کردیتے ہیں۔ مگر ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھ سکتے کہ کفائت شعاری کیا چیز ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں: "مجھے اِسقدر آمدنی ہے۔ اور میرے ہمسایہ کی بھی اِسی قدر ہے۔ مگر ہر سال وہ کچھ اور جمع کرلیتا ہے اور میں پچھلے سال سے بھی زیادہ قرضدار ہوجاتا ہوں۔ اِس کی وجہ کیا ہے۔ میں کفائت شعاری کو بھی بخوبی سمجھتا ہوں"۔ اُس کا خیال ہے کہ وہ کفائت شعاری کو بخوبی سمجھتا ہے۔ مگر دراصل

خاک نہیں سمجھتا۔ بہت لوگ ایسے
ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ کوئلوں کا
چُورہ اور موم بتیوں کے سِرے
جمع کر رکھنا یا دھوبن کے حساب سے
دو پیسے بچا لینا اور میلے کچیلے کپڑے
آپ دھونا اصلی کفائت شعاری ہے
کفایت شعاری کا مطلب کمینہ پن
نہیں ہے۔ علاوہ اِس کے بدنصیبی

{ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جس روٹی کو کھالیں اُسکو بچا کر نہیں رکھ سکتے}

کی بات یہ ہے کہ اس قسم کے آدمی صرف ایک جانب اپنی کفائت شعاری کا استعمال
کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایسی عقلمندی سے کفائت شعاری کرتے ہیں کہ جہاں
چار آنے خرچ کرنا تھے وہاں وہ ایک آنہ سے کام چلا سکتے ہیں۔ اِس لئے اُن کے
پاس گنجائش ہوتی ہے کہ وہ کئی دوسرے پہلوؤں میں فضول خرچی کر سکتے ہیں۔ چند
سال پیشتر جب کہ مٹی کا تیل ابھی دریافت نہیں ہوا تھا۔ اگر کسی شخص کو دیہات میں کسی
کاشتکار کے مکان میں رات بھر ٹھہرنے کا اتفاق پڑتا تو اُسے کھانا تو اچھا مل جاتا
لیکن اگر وہ کھانے کے بعد اخبار نکال کر پڑھنا چاہتا تو ایک پتلی سی موم بتی کی
دھندلی روشنی میں پڑھنا اُسے مشکل معلوم ہوتا۔ صاحب خانہ اُسے اِس مشکل میں مبتلا
دیکھ کر کہتی کہ "شام کے وقت یہاں پڑھنا مشکل ہو سکتا ہے۔ ضرب المثل
کہتی ہے کہ دو بتیاں جلانے کے لئے ضروری ہے کہ تمہارا ایک جہاز سمندر میں چلتا
ہو۔ ہم صرف دعوتوں اور تیوہاروں کے موقعے پر زائد موم بتیاں جلا لیتے ہیں۔" یہ
تیوہار وغیرہ سال میں دو تین مرتبہ پیش آتے ہیں۔ اور اس طرح یہ نیکبخت بی بی پانچ
چھ ڈالر سال تمام میں ایک ہی بتی جلا کر بچا لیتی ہے۔ لیکن دوسری بتی کی روشنی سے
جسقدر معلومات لکھنے پڑھنے سے حاصل ہوتیں دو تین من موم بتیوں کی قیمت سے

بھی زیادہ بیش بہا ہوتی ہیں ۔

مگر اس تکلیف کا یہیں خاتمہ نہیں ہو جاتا۔ وہ سمجھتی ہے کہ چونکہ وہ موم بتیوں کے
بارے میں اس قدر کفائت شعار ہے۔ وہ سال میں کئی دفعہ شہر کی دکانوں پر جا کر
فیتے یا اور غیر ضروری جھالریں وغیرہ بیس تیس ڈالر کی قیمت کی خرید سکتی ہے کہ
جنمیں سے اکثر غیر ضروری ہوتی ہیں۔ یہ چھوٹی کفائت شعاری کاروباری اشخاص
میں بھی پائی جاتی ہے۔ اور ان کی صورت میں یہ اکثر لکھنے کے کاغذ تک جا موثر
ہوتی ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ ایسے کاروباری اشخاص تمام لفافے اور ردی کاغذ جمع کر
لیتے ہیں۔ اور بوقت ضرورت انہیں پر لکھتے ہیں۔ اور نیا تختہ کاغذ کا کسی صورت میں
پھاڑنے پر راضی نہیں ہوتے۔ یہ بہت ٹھیک طریقہ ہے۔ اس طریق سے وہ سال
تمام میں پانچ یا دس ڈالر کی کفایت کر لینگے۔ مگر چٹھی لکھنے کے کاغذ میں اس قدر
کفایت شعار ہونے کے ساتھ وہ سمجھتے ہیں کہ وقت خواہ کتنا ہو اس کو ضائع
کر سکتے ہیں۔ دعوتوں پر جی بھر کر خرچ کر سکتے ہیں اور گاڑیوں پر سوار ہو سکتے ہیں
یہ ڈاکٹر فرینکلن کی ایک مثال کے مصداق ہے کہ "بچائیں تو پیسے کے چھوٹے سوراخ
کی راہ سے اور لنڈھائیں بڑے سوراخ کی راہ سے"۔ "اشرفیاں لٹیں اور
کوئلوں پر مہر"۔ اخبار "پنچ" اس ایک خیال کے لوگوں کی نسبت ذکر کرتے ہوئے
لکھتا ہے۔ کہ "ایسے لوگوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اپنے کنبے کے کھانے
کے لئے تو ایک پیسے کی مچھلی خریدے۔ مگر اس کو گھر لیجانے کے لئے چواسپہ گاڑی
کرایہ کرے"۔ میں نے کسی شخص کو اس قسم کی کفایت شعاری سے دولتمند ہوتے
نہیں دیکھا ۔

سچی کفایت شعاری کا یہ مطلب ہے کہ آمدنی ہمیشہ خرچ سے بڑھائی جاوے
اگر ضرورت پڑے تو پرانے کپڑے کچھ عرصہ اور پہنے رہو۔ دستانوں کے نئے جوڑے
کو اور تھوڑا عرصہ نہ خریدو۔ پرانے کپڑوں کی مرمت کر لو۔ اور اگر ضرورت ہو۔ تو

سادہ کھانا کھاؤ - پھر دیکھو کہ بہر حال جب تک کہ کوئی خاص غیر متوقعہ حالت پیش نہ آجائے مداخل کے قسم ہی نفایا نکلے گا - ایک پینی یہاں اور ایک ڈالر وہاں سود پر دینے سے روز بروز بڑھتا جائیگا - اور تمہارا دلی منشا حاصل ہو جائیگا*

کفایت شعاری کی عادت پختہ طور پر حاصل کرنے کیلئے شاید کسی قدر تربیت کی ضرورت ہے لیکن جب کچھ عرصے تک اسپر عمل کیا جاوے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ دور اندیشی ہے بچانے میں خرچ کر دینے کی نسبت زیادہ اطمینان حاصل ہوتا ہے - میں یہاں ایک نسخہ بتلاتا ہوں جو مجھے تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ فضولخرچی کے مرض کا بہت عمدہ علاج ہے اور خصوصاً غلط کفایت شعاری کا جب تم دیکھو کہ اخیر سال پر تمہارے پاس آمدنی

{ لفافے اور ردی کاغذات کاٹ کاٹ کر لکھنے کے قابل بنا رہا ہے }

سے کچھ نہیں بچا تو بحالیکہ تمہاری آمدنی معقول تھی تو میں تمہیں صلاح دیتا ہوں کہ چند تختے کورے کاغذ کے لے کر اُن سے ایک کتاب بنالو - اور ہر صفحے پر ایک ایک تاریخ کا نام لکھلو - اب ہر صفحے میں دو کالم بنا کر ایک میں "ضروریات زندگی مثلاً آرام کے اسباب" کا نام درج کرو - اور دوسری میں "عیش و عشرت کی اشیاء" کا - تو ہر روز یا ہر ہفتے کے ختم کے بعد معلوم ہوگا کہ آخری کام

یہ ضروری نہیں ہے - کہ وہ لوگ بھی جو مذہباً سود کو ناجائز سمجھتے ہیں - اپنا روپیہ سودی ہی دین وہ اپنا روپیہ تجارت کے ذریعے بڑھا سکتے ہیں اور تجارتی کارخانوں کے حصے خرید سکتے ہیں - مترجم -
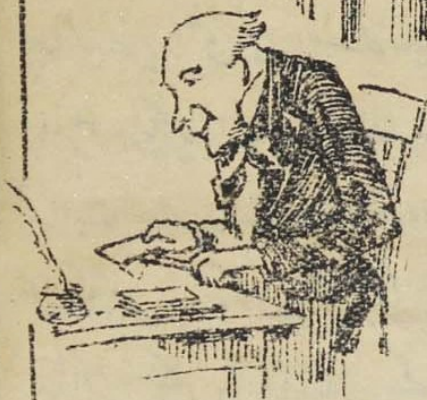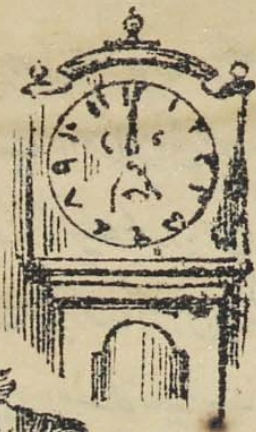
پہلے کی نسبت دُگنا تگنا بلکہ کئی مرتبہ دس گنا زیادہ ہوا کرے گا۔ زندگی کے اصلی آراموں پر در اصل اس مقدار کا بہت تھوڑا حصّہ صرف ہوتا ہے جو ہم میں سے اکثر لوگ کمایا کرتے ہیں ڈاکٹر فرینکلن کا قول ہے کہ "یہ ہماری آنکھیں نہیں بلکہ دوسروں کی آنکھیں ہیں۔ جو ہمیں برباد کر دیتی ہیں۔ اگر سوائے میری ذات کے تمام دنیا اندھی ہوتی۔ تو میں عمدہ لباس یا خوبصورت اسباب کی کبھی پروا نہ کرتا" بہت سے اونچے گھرانے اِسی لئے ہر وقت مصیبت اور فکر میں رہتے ہیں کہ فلانا کیا کہے گا اور اُن کی ناک کٹ جائے گی۔ امریکہ میں بہت لوگ کہا کرتے ہیں کہ "ہم سب آزاد اور ہمرتبہ لوگ ہیں"۔ لیکن اس قول میں ایک سے زیادہ غلطیاں ہیں +

"ہم سب آزاد اور ہمرتبہ لوگ ہیں"۔ ایک معنوں میں تو نہایت پر شکوہ صداقت ہے۔ مگر تاہم ہم سب یکساں دولت مند نہیں پیدا ہوتے اور نہ ہو سکتے ہیں۔ ایک شخص کہتا ہے کہ فلاں شخص کی سالانہ آمدنی پچاس ہزار ڈالر ہے بحالیکہ میری صرف ایک ہزار ڈالر ہے۔ میں اس شخص کو اُس وقت سے جانتا ہوں جب کہ وہ بھی میری طرح غریب تھا۔ اب وہ دولت مند ہے اور خیال کرتا ہے کہ وہ مجھ سے بہتر ہے۔ مگر میں اس کو ثابت کر دوں گا کہ میں بھی اُس کے برابر ہی ہوں۔ مگر نہیں مجھ میں اتنی وسعت نہیں۔ اچھا میں ایک گاڑی کرایہ کی منگاتا ہوں۔ اور آج سہ پہر کو اُس پر سوار ہو کر اسی سڑک پر چلاؤں گا جس پر وہ چلاتا ہے اور اُس پر ثابت کر دوں گا کہ میں بھی ویسا ہی اچھا ہوں جیسا کہ وہ ہے +

میرے دوست تمھیں اتنی تکلیف گوارا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ تم بڑی سہولت سے ثابت کر سکتے ہو کہ "تم بھی ویسے ہی اچھے ہو جیسا کہ وہ ہے" تمہیں صرف لوگوں سے ویسا ہی اچھی طرح پیش آنا چاہیئے جیسا کہ وہ آتا ہے۔ مگر تم کسی شخص کو اس بات کا یقین نہیں دلا سکتے کہ تم بھی اتنے ہی دولت مند ہو جتنا کہ وہ ہے۔ قطع نظر اس کے اگر تم ہوا باندھنا چاہتے ہو اور اپنا وقت ضائع کرنا

اور اپنا روپیہ برباد کرنا۔ تو تمہاری بیچاری بیوی مجبور ہوگی کہ گھر ہی میں بیٹھ کر اپنی انگلیاں چاٹا کرے۔ اور ایک مرتبہ صرف دو اونس چاء اور باقی ضروریات بھی اپنی انداز سے خرید سکے تاکہ تمہاری ہوا بندی قائم رہ سکے۔ اور اس پر بھی سوائے اپنے تم کسی دوسرے کو دھوکہ نہ دے سکو۔ دوسری طرف مسز سمتھ کہتی ہے کہ میری ہمسائی نے جانسن سے اُس کی دولت کے لئے شادی کی ہے۔ اور اُس کے پاس ایک ہزار ڈالر کا بیش قیمت دوشالہ ہے۔ خیر میں بھی اپنے شوہر کو کہونگی کہ مجھے ایک نقلی دوشالہ خرید دے۔ اور میں اسے اوڑھ کر گرجا میں اس کے مقابل نشست پر جا بیٹھوں گی۔ تاکہ اسے ثابت ہو جاوے کہ میں بھی اُس کے ہمپایہ ہوں +

اے اچھی بی بی تم دنیا میں اس طرح آگے نہیں بڑھ سکوگی۔ اگر تمہاری بیہودگی اور حسد ایسے آگے بڑھے رہے۔ اس ملک میں جہاں ہم مانتے ہیں کہ جمہور کو حکومت کرنا چاہیئے۔ ہم فیشن کے معاملے میں اس اصول کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ کیونکہ اس بارے میں ہم اُن معدودے چند آدمیوں کی تقلید کرتے ہیں جو دولت مند ہیں۔ اور جو ایک جھوٹا معیار تکمیل لباس کا ہمارے سامنے کھڑا کر دیتے ہیں۔ اور ہم اسی معیار تک پہنچنے کی کوشش میں ہمیشہ اپنے آپکو مفلس اور نادار بنائے رکھتے ہیں۔ اور بیرونی ہوا بندی کے لئے اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالے رکھتے ہیں۔ کیسی عقل کی بات ہے اگر ہم اپنے لئے ایک اصول ٹھہرالیں کہ "ہم اپنے خرچ کا اپنی آمدنی کے مطابق انتظام کرینگے اور کچھ بچاکر وقت ضرورت کے لئے رکھیں گے"۔ لوگوں کو روپیہ کمانے کے مضمون پر بھی اُتنی ہی عقل خرچ کرنی چاہیئے جتنی کہ اور باتوں پر کرتے ہیں۔ یکساں اسباب سے یکساں نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ تم اُس سڑک پر چلکر جو افلاس کی راہ دکھلاتی ہے دولت مند نہیں ہو سکتے۔ اسباب کے بتلانے کے لئے کسی پیغمبر کی ضرورت نہیں کہ جو لوگ کمانے میں اتنا ہی خرچ کر چھوڑتے ہیں۔ اور اس زندگی میں کبھی [illegible]

فکر نہیں کرتے۔ وہ معاش کے فکر سے کبھی مستغنی نہیں ہوسکتے +

زن و مرد جو اپنے ہر ایک وہم اور شوق کے پورا کرنے کی عادت پیدا کر چکے ہیں۔ شروع میں تو بڑا مشکل پائیں گے کہ بہت سے غیر ضروری اخراجات کو ترک کر دیں۔ اور اس امر کو بڑی نفس کشی پر محمول کرینگے کہ بہ نسبت عادت مستمرہ کے چھوٹے مکان میں رہیں کہ جس میں کم قیمت اسباب ہو۔ نوکر کم ہوں۔ ناچ تماشے اور دعوتیں کم ہوں۔ تھیٹروں میں جانا۔ شملے گاڑیوں میں سیر کرنا۔ تفریحی سیریں سگار پینا۔ شراب پینا اور دیگر فضول خرچیاں بھی کم ہوں۔ لیکن بہر حال اگر وہ اس تھوڑا تھوڑا بچا کر رکھنے کی عادت کو اختیار کرینگے۔ یا دوسرے لفظوں میں ایک چھوٹی سی رقم کو عقلمندی سے کسی تجارت میں خرچ کرینگے۔ یا جائداد اراضی خرید لینگے تو وہ اُس خوشی سے متمتع ہو جائینگے جو ہمیشہ اس رقم میں کچھ نہ کچھ اور جمع کرتے رہنے سے انھیں حاصل ہوا کریگی۔ اور علاوہ اسکے انھیں کفایت شعاری کی عادت سے جو اس درمیان میں حاصل ہو جائینگی اور بھی لطف حاصل ہوا کرے گا +

کپڑوں کا پرانا جوڑا۔ پرانی ٹوپی اور پرانا لباس ایک اور موسم تک کام آجائے گا۔ آب خالص شمپین شراب سے زیادہ مزہ دے جائیگا۔ سرد پانی سے غسل اور ایک چست چہل قدمی میں بہ نسبت نہایت نفیس گاڑی پر سیر کرنے کے زیادہ لطف حاصل ہو جائیگا۔ دوستانہ گفتگو یا اپنے کونے میں بیٹھ کر کچھ پڑھ لینا یا بال بچوں میں ایک گھنٹہ بھر کھیل لینا پچاس یا پانسو ڈالر کی پارٹی کی شرکت سے کہیں زیادہ دلچسپ ہوگا۔ اور جبکہ پس انداز کرنے کے مزے آنے لگینگے تو ان مختلف چیزوں کے خرچ کے درمیان جسقدر فرق ہے اس پر غور کرنے سے مزید لطف حاصل ہوگا۔ ہزارہا آدمی مفلس رہجاتے ہیں اور لاکھوں دوسرے محتاج ہو جاتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ انھوں نے اس قدر کافی کما لیا تھا کہ عمر بھر اس سے بخوبی بسر اوقات کر سکتے۔ صرف اس وجہ سے کہ اُن کی بسر اوقات فضول خرچی کی بنیاد پر ہوتی تھی۔ بعض کنبے بیس ہزار ڈالر ہر سال خرچ کرتے ہیں۔ اور بعض اس سے بھی بہت

زیادہ - اور یہ لوگ نہیں جانتے کہ اس سے کم پر بھی زندگی بسر ہو سکتی ہے۔
بجائیکہ بعض دوسرے ہیں کہ جو ان سے بیسواں حصہ خرچ کر کے ان سے زیادہ سچی راحت
اور آرام حاصل کرتے ہیں۔ خوشحالی مصیبت کی نسبت زیادہ سخت امتحان کا وقت
ہوتا ہے۔ خصوصاً جبکہ فوری خوشحالی حاصل ہو جاوے۔ "زود آید دیر نپاید" ایک
قدیم اور صحیح مثل ہے۔ غرور اور بیہودگی کے خیال کو جب پورا اختیار دیا جاوے تو یہ
ایک ایسا چھپا ہوا مور چانہ ہے جو انسان کے تمام دنیاوی مال و املاک کو کھا جاتا
ہے۔ خواہ وہ کم ہو یا بیش۔ سینکڑوں کا یا کروڑوں کا۔ بہت سے لوگ جب اسر سبز
ہونے شروع ہوتے ہیں۔ تو فوراً اپنے خیالات کو وسیع کر دیتے ہیں اور عیش و عشرت
کے سامانوں پر خرچ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ قلیل زمانے میں اُن
کے اخراجات اُن کی آمدنی کو نگل جاتے ہیں اور وہ اپنی تمسخر انگیز ہوا بندی کو قایم
رکھنے کی کوششوں میں تباہ ہو جاتے ہیں۔ اور ایک عالم حیرت پیدا کرتے ہیں +
میں ایک دولتمند اشراف آدمی سے واقف ہوں۔ جو کہتا ہے کہ جب میں شروع
میں دولت حاصل کرنے لگا تو میری بیوی کو ایک نئے اور خوبصورت پلنگ کا
شوق پیدا ہوا۔ "اس سوفا پلنگ پر" وہ کہتا ہے "میرے تیس ہزار ڈالر خرچ ہو گئے"
جبکہ یہ سوفا مکان پر پہنچا تو ضروری معلوم ہوا کہ اُس کے ساتھ سجنے والی کرسیاں بھی
لیجاویں۔ پھر میزیں اور قالین اور الماریاں بھی ایسی درکار ہوئیں جو اس پلنگ کے
ساتھ سجتی تھیں۔ اور اسی طرح گھر کا تمام سامان بدلنا پڑا۔ اُس وقت معلوم ہوا کہ
یہ مکان ایسے خوبصورت اور نئے فرنیچر کے لائق نہیں۔ بلکہ چھوٹا اور پرانی طرز کا ہے
اور اس لئے ایک نیا اور بڑا مکان تعمیر کرایا گیا کہ جو نئے سامان کے ساتھ موزوں
معلوم ہوا۔ میرے دوست نے کہا کہ اس طرح صرف اس ایک سوفا کی بدولت سے مجھے
تیس ہزار ڈالر کا چوٹ لگ گیا۔ کیونکہ نئے مکان کے ساتھ اُسی کے درجہ کیمطابق
نوکر چاکر اور دیگر ضروری سامان واشت بڑھایا گیا کہ جس کے لئے گیارہ ہزار ڈالر
سالانہ خرچ کی ضرورت لاحق ہوئی۔ جو مجھے بہت کڑی معلوم ہوئی۔ بجائیکہ دس سال

پیشتر ہم گیارہ سوڈالر خرچ کرکے زیادہ آسائش سے گزر اوقات کرتے تھے۔ کیونکہ ہمیں فکر بہت کم ہوتا تھا۔ سچ تو یہ ہے میرے دوست نے کہا کہ یہ سوفا مجھے یقینی دیوالیہ پن تک کھینچ لایا ہوتا۔ اگر ایک بے نظیر طرح کی کامیابی مجھے اس تباہی سے بچائے نہ رکھتی۔ اور خود مجھے اس مصیبت سے رہائی پانے کی فکر دامنگیر نہ رہتی +

کامیابی کی بنیاد

"یہ کون قدرتی معشوق ہے۔ جو ایسے ناز وانداز سے خراماں خراماں آرہا ہے۔ اس کے رُخسارے گلاب سے سُرخ ہیں اور اُس کا دم بادِصبا کی طرح جان بخش ہے۔ اور خوشی حیا کے ساتھ ملی ہوئی اُس کے چہرے کی رونق کو دوبالا کرتی ہے" +

زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کی بنیاد اچھی صحت ہے۔ اور یہی دولت کی کنجی ہے نیز خوشحالی کا بھی اسی پر دارومدار ہے۔ کوئی شخص بیماری کی حالت میں دولت بخوبی جمع نہیں کر سکتا۔ اُس میں وہ ہمت نہیں ہوتی۔ وہ آرزو نہیں ہوتی وہ جذبہ نہیں ہوتا۔ بیشک دنیا میں ایسے لوگ ہیں جن کی صحت خراب ہے مگر اُس کا علاج اُن کے اختیار سے باہر ہے۔ ایسے لوگوں سے تم توقع نہیں کر سکتے کہ وہ دولت فراہم کرینگے۔ لیکن بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کی صحت نازک ہے اور انھیں ضرور اس سے نجات حاصل کرنا چاہئیے +

اِس لئے اگر کامل صحت زندگی کی خوشحالی اور کامیابی کی بنیاد ہے۔ تو کتنا ضروری ہے کہ ہم قوانین صحت کا مطالعہ کریں۔ جو قوانین قدرت کا دوسرا نام ہے۔ جتنا قریب ہم قوانین قدرت کے رہیں اُتنا ہی قریب ہم عمدہ صحت کے رہیں گے۔ اور اُس پر بھی کتنے آدمی ہیں جو قوانین قدرت پر توجہ نہیں کرتے بلکہ اُن کے خلاف ورزی کرتے ہیں۔ درانحالیکہ بعض صورتوں میں خود اُن کی طبائع بھی اُن کے رویہ کو ناپسند کرتی ہیں ہمیں جاننا چاہئے کہ "ناواقفیت کا گناہ" قوانین قدرت کی خلاف ورزی کی صورت میں معاف نہیں کیا جاتا۔ جیسا کہ حکام وقت کے قانون کی خلاف

ورزی قانون کی لاعلمی کی وجہ سے معاف نہیں کیجاتی - اور اِس کا نتیجہ ہمیشہ سزا کا مستوجب ٹھہرتا ہے - ایک بچہ جو نہیں جانتا کہ آگ جلا دیتی ہے جب جلتی آگ کے شعلے میں انگلی رکھے تو اُس کی انگلی جل جاویگی - اور اسے تکلیف پہنچے گی بلکہ پچھتانے سے بھی اس درد کو آرام نہیں ہوگا - ہمارے آباؤ اجداد ہوا اور مکانات کے اصولوں سے اِس قدر واقف نہیں تھے جسقدر اب ہم ہیں - وہ آکسیجن گاس سے بہت کم واقف تھے - اِس لئے وہ اپنے گھروں کے ۷×۹ فیٹ کے سونے کے کمرے بنایا کرتے تھے - اور یہ نیک عابد پوریٹن لوگ ایسی کوٹھڑیوں میں اپنے آپ کو بند کرکے قفل لگاکر اور دعا مانگ کر سو رہتے تھے - صبح اُٹھ کر نہایت خلوص نیت سے وہ خدائے تعالےٰ کا شکریہ اِس بات کے لئے ادا کرتے تھے کہ رات بھر انھیں زندہ رکھا - اور واقعی اُن سے بڑھ کر اور کسی کو اس قدر شکر گذار ہونے کی وجہ نہیں تھی - غالباً کھڑکی کے تختوں میں سے کسی بڑے شگاف سے تازہ ہوا آتی جاتی ہوگی اور وہ زندہ رہتے ہونگے ؀

بہت سے لوگ جان بوجھ کر اپنی ہی راؤں کے خلاف فیشن (رسم و رواج) کی خاطر قوانین قدرت کی خلاف ورزی کرتے ہیں - مثلاً اس بات کیطرف غور کرو - ایک ایسی چیز یعنی تنباکو موجود ہے کہ جس سے سوائے ایک گندے کیڑے کے اور کسی جاندار کو محبت نہیں ہونی چاہیئے - اِس پر بھی کتنے لوگ + موجود ہیں جو جان بوجھکر خلاف فطرت اِس چیز کے لئے اشتہا پیدا کرتے ہیں اور تنباکو سے جو طبعی نفرت انسان کو ہے اسپر اس قدر غالب آجاتے ہیں کہ اُس سے محبت کرنے لگتے ہیں - انھوں نے

+ جسقدر رہر دلعزیزی دنیا میں تنباکو یا تماکو کو حاصل ہوئی ہے اور کسی چیز کو نہیں - گو مسلمانوں کے علما اس کو اسراف اور کراہیت بتلائیں - یا سکھوں کے گرو اس کو حرام مطلق ٹھیرا دیں - مگر جس قدر دنیا پر تنباکو کا سکہ چلتا ہے اور کسی چیز کا نہیں چلتا چینیوں اور جاپانیوں سے ہندوستانیوں ایرانیوں - عربوں - ترکوں - اہل یورپ - امریکہ و افریقہ کے رسم و رواج میں خواہ کتنا ہی فرق ہو لیکن ایک تنباکو ہی ہے کہ جس میں سبکا سا جھا ہے اور جس کے دربار میں سبکا سر جھکتا ہے - مترجم +

جوانی اور حسن

ایک زہریلی اور گندی گھاس کو پکڑ لیا ہے۔ یا یوں کہو کہ اُس نے انھیں مضبوطی سے
پکڑ لیا ہے۔ ایسے متاہل لوگ ہیں جو قالینوں اور فرش پر تمباکو کی پیک پھینکتے پھرتے
ہیں۔ اور بلکہ بعض اوقات اپنی بیویوں پر بھی پھینک دیتے ہیں " یہ لوگ شرابیوں کی
طرح اپنی بیویوں کو لاتیں مار کر گھروں سے باہر تو نہیں نکال دیتے۔ لیکن مجھے ذرہ
بھی شک نہیں کہ ان کی بیویاں چاہتی ہونگی کہ یہ گھروں سے باہر ہی رہیں تو اچھے
ہیں۔ اس میں ایک اور خوفناک بات یہ ہے کہ یہ مصنوعی بھوک حسد کی طرح اُسی چیز سے
ترقی پکڑتی ہے کہ جس پر یہ گزارہ کرتی ہے۔ جب تم اُس چیز سے محبت کرتے ہو جو
قدرتی نہیں ہے تو مضر چیز کے لئے اُس سے زوردار اشتہا پیدا ہو جاتی ہے
کہ جو بے ضرر چیز کے لئے قدرتاً پیدا ہوتی ہے۔ ایک پرانی مثل کا مطلب ہے کہ "
عادت طبیعت ثانی ہے" لیکن ایک خراب عادت اُس سے بھی مضبوط ہوتی
ہے۔ مثلاً ایک عادی تمباکو چوسنے والے کیطرف خیال کرو۔ اس کے تمباکو چبانے
کی محبت ہر قسم کی خوراک کی محبت سے زوردار ہوگی۔ وہ گوشت بریاں آسانی
سے چھوڑ دے گا۔ مگر اس تلخ گھاس کو نہ چھوڑ سکیگا +

نوجوان لڑکے افسوس کرتے ہیں کہ وہ کیوں مرد نہیں ہو جاتے۔ وہ چاہتے
ہیں کہ کاش وہ سو کر اُٹھتے تو مرد بنجاتے۔ اور اس کسر کو پورا کرنے کے لئے وہ
اپنے سے بڑوں کی بری عادت کی نقل کرنے لگتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے
ٹامی اور جانی اپنے باپوں کو پائپ پیتے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں " اگر میں بھی ایسا
کر سکتا تو اب تک جوان مرد ہو جاتا۔ چچا جان باہر گیا ہے اور اپنا تمباکو کا پائپ
چھوڑ گیا ہے۔ " او ہم بھی آزمائیں تو سہی " اسپر ایک دیا سلائی لے کر سلگا لیتے
ہیں اور خوب دم لگاتے ہیں " ہم بھی جلدی پینا سیکھ جائینگے۔ کیوں جانی تم
اس کو پسند کرتے ہو ؟ " دوسرا بچہ جس کی آنکھوں میں دھوئیں سے آنسو بھر آئے
ہیں جواب دیتا ہے " نہیں۔ بہت تو نہیں کرتا۔ اس کا مزہ تلخ ہے " مگر بتدریج
بچہ زرد ہوتا جاتا ہے۔ مگر تمباکو پینا نہیں چھوڑتا اور رسم و رواج کے بیج پر قربان

ہو جاتا ہے۔ مگر اسپر بھی بچے اسے نہیں چھوڑتے۔ اور استقلال کیساتھ اپنے طبعی ذائقوں کو خیر باد کہکر مصنوعی لذتوں کے عادی ہو جاتے ہیں + میں تجربے کی باتیں کرتا ہوں کیونکہ میں اس کا برا اثر اپنی ذات

بری مثال

پر آزمایا ہوا ہے۔ کیونکہ میں دس پندرہ سگار ہر روز پیا کرتا تھا۔ گو گذشتہ بیس سال سے میں نے اس مکروہ گھاس کو کبھی استعمال نہیں کیا۔ اور نہ کبھی آیندہ کروں گا جس قدر کوئی شخص زیادہ تمباکو پیتا ہے اتنی ہی اس میں پینے کی آرزو زیادہ بڑھتی رہتی ہے۔ آخری سگار کے ختم ہونے پر ایک اور کے پینے کی خواہش ہوتی ہے اور اسی طرح یہ خواہش غیر منتہی ہو جاتی ہے +

اب تمباکو چبانے والے کا حال دیکھئے۔ وہ اپنے منہ میں صبح کو تمباکو ڈالکر دن بھر چباتا رہتا ہے۔ جب پہلا ختم ہو جاوے تو اور لقمہ ڈال لیتا ہے۔ البتہ کھانا کھانے کے وقت اسے رکنا پڑتا ہے۔ یا جب شراب پینے لگے تو اس کو نکال کر ہاتھ میں رکھتا ہے اور پھر ہڑپ کر کے منہ میں ڈال لیتا ہے۔ اس سے اتنا اور ثابت ہوتا ہے کہ شراب کا شوق تمباکو سے بھی زبردست ہے۔ جب تمباکو چبانے والا تمہارے باغ میں جاتا ہے اور تم اسے انگور کے خوشے اور

انواع و اقسام کے خوشگوار پھل دکھلاتے ہو اور جب تم کوئی تازہ پکا ہوا میوہ اسکے سامنے کر کے کہتے ہو "میرے دوست دیکھو کیسے لذیذ سیب۔ ناسپاتیاں شفتالو اور خوبانیاں ہیں۔ میں نے اِن کے پودے ہسپانیہ۔ فرانس اور اٹلی سے منگوائے ہیں۔ یہ خوشگوار انگور کے خوشے تو دیکھو۔ بھلا پختہ اور لذیذ میووں سے زیادہ صحت بخش اور کیا چیز ہو سکتی ہے۔ کچھ تو نوش فرمائیے۔ مجھے آپ کے کھانے سے بڑی خوشی ہوگی"۔ وہ تمباکو کے نوالے کو زبان کے نیچے دبا کر جواب دیگا "میں نہیں میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میرے منہ میں تمباکو ہے"۔ اِس مضر گھاس سے اِس کے کام و زبان میں نارکاٹک+ اثر جاگزین ہو گیا ہے"۔ اور ایک حد تک اُس کا نفیس اور خوش گوار ذائقہ میوجات کھانے کے ناقابل ہو گیا ہے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کیسی فضولخرچی کی مضر اور بے منفعت عادات اختیار کر لیتا ہے۔ میں تجربہ سے یہ باتیں کر رہا ہوں۔ میں نے اِس قدر تمباکو پیا ہے کہ میں بید مجنون کیطرح لرزنے لگتا تھا۔ خون میرے سر میں چڑھ آتا۔ اور میرا دل دھڑکنے لگتا۔ میں نے اِسے دل کا مرض سمجھا اور اِس خطرے سے میری رُوح فنا ہونے لگی۔ جب میں نے اپنے معالج سے مشورہ کیا تو اُس نے کہا کہ "تمباکو کی عادت چھوڑ دو۔ نکوٹین تم کو زہر آلود کر رہی ہے۔ میں صرف اپنی صحت ہی نہیں بگاڑ رہا تھا اور بہت سا روپیہ ہی نہیں خرچ کر رہا تھا۔ بلکہ ایک بُری مثال قائم کر رہا تھا۔ میں نے طبیب کی صلاح کو فوراً مان لیا۔ کوئی نوجوان دنیا میں پندرہ سنٹ کے سگار کو منہ میں دبا کر ایسا خوبصورت نہیں معلوم ہوتا جیسا کہ وہ اپنے آپ کو قیاس کرتا ہے +

اور مسکرات کی نسبت مندرجہ بالا رائیں دس گنا زور کیساتھ صادق آتی

+ یونانی لفظ "نارکوٹی کاس" سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی سُن یا ٹھٹھرے ہوئے کے ہیں نارکاٹک وہ چیزیں ہیں جو چھوٹی خوراکوں میں کھانے سے اعصاب کو تحریک کرتی ہیں۔ لیکن بڑی خوراکوں سے آرام دینے والا اثر پیدا کرتی ہیں۔ سکتہ ٹپکتی ہے اور کم و بیش خیالات پریشان پیدا کرتی ہیں۔ یہ صفات تمباکو اور بھنگ وغیرہ منشی اشیا میں موجود ہیں۔ مترجم ۱۲

ہیں۔ روپیہ کمانے کے لئے صاف اور روشن دماغ کی ضرورت ہے۔ تاجر کو جاننا ضروری ہے کہ دو اور دو۔ چار ہوتے ہیں۔ اس کو تمام تدابیر غور اور پیش بینی سے اختیار کرنی چاہئیں اور کاروبار کے تمام تفاصیل اور فراز و نشیب کو گہری نظر سے دیکھنا چاہئیے۔ جس طرح کہ کوئی شخص کاروبار میں اُس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ اُس کا دماغ صائب تدابیر نہ بتلا سکے اور عقل اُن کی تعمیل میں رہنمائی نہ کرے۔ اسی طرح خواہ کسی شخص میں عقل اور سمجھ کتنی ہی وافر کیوں نہ ہو۔ اگر مُسکرات سے اس کا دماغ مختل اور عقل مستور ہے تو ممکن نہیں کہ وہ کامیابی کے ساتھ کاروبار چلا سکے۔ کتنے اچھے اچھے موقعے گزر چکے ہیں جو پھر کبھی نہیں لوٹینگے۔ جب کہ ایک شخص اپنے دوست کے ساتھ مِلکر شراب کے گلاس لُنڈھا رہا ہے۔ شراب کے اثر کے زیرِ سایہ کتنے احمقانہ سودے ہو چکے ہیں جب کہ شراب نے اپنے پینے والے کو عارضی طور پر دولتمند بنا رکھا تھا۔ کس قدر ضروری موقعے صبح تک اور مِن بعد ہمیشہ کے لئے ملتوی کئے گئے ہیں۔ کیونکہ شراب کے پیالے نے پینے والے کے جسم کو دائمی کاہلی میں ڈال کر اُس کے کاروبار میں کامیابی حاصل کرنے والے قویٰ کو ہمیشہ کے لئے برباد کر دیا ہے۔ "بیشک شراب ایک مسخرا ہے"۔ شراب کا پینا اس نیت سے کہ مقوی ہے ایسی حماقت کا خیال ہے جیسے کہ چینیوں کو مدک پینے کا ہے۔ اور یہ دو بیہودگیاں کاروباری کامیابی کے لئے سمِ قاتل سے کم نہیں۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ جس کو فلسفہ۔ مذہب اور عقلِ سلیم سب متفق اللفظ قرار دیتے ہیں۔ اور ہمارے ملک میں قریب قریب تمام دوسرے جرائم اسی سے پیدا ہوتے ہیں +

تمام کامیاب آدمیوں نے دنیا کو مضبوط جسم اور تندرست مزاج کے تماشا شروع کیا ہے۔ اور آجکل بھی کاروبار میں کامیاب ہونے کے لئے لازمی ہے کہ ہمارے جسم مضبوط اور صحت اچھی ہو۔ اگر ہم جانتے ہوتے کہ جسم انسان کیسا عجیب اور اس کی ساخت پیچیدہ ہے۔ تو اس کے خواہش کی زیادہ پابندی کیجاتی اور

بنی نوع انسان کی عام صحت اس سے زیادہ اچھی ہوتی - اس لئے دنیا میں کامیابی
حاصل کرنے کے لئے تم کو اپنی دماغی طاقت بڑھانی چاہیئے - اور دماغی طاقت
کسی اور طرح سے نہیں بڑھتی جب تک کہ تندرست جسم اسکی مدد نکرے - آجکی
گھوڑ دوڑ صرف وہی جیت سکینگے - جو اپنے جسموں کو ایسی اچھی حالت میں رکھنا
سیکھ لیں - کہ انکے دل اس بھاری بوجھ کے سہارنے کیلئے قابل اور امادہ ہوں
کہ جو ہمارے تیز اور تند مقابلے سے پیدا ہو کر ذہن اور دل پر پڑتا ہے غرض صحت کی زندگی
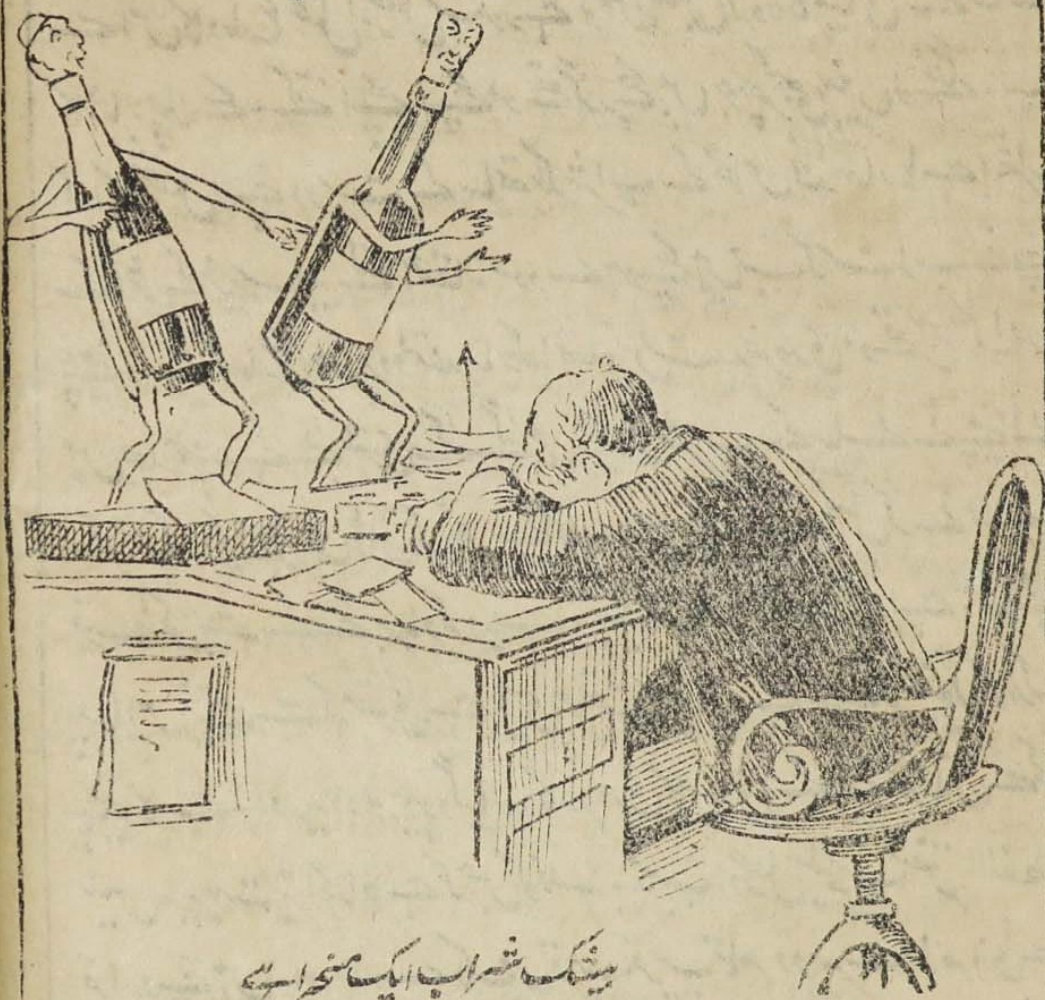
بیشک شراب ایک مسخرا ہے

کی ہر رفتار میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ایک لابدی ضرورت ہے - صحت اور
طاقت بحال رکھنے کے لئے تم جتنا مبالغہ کرو بجا ہے - طاقت سے بھی یہی مطلب
ہے کہ جسم کے ایک ڈھنگ کو یا بعض خاص اعضاء مثلاً اعصاب یا بازوں
کو مشق اور ورزش سے مضبوط کر لو - لیکن صحت سے مراد ہے کہ تمام

جسم کے وظائف یکساں اور اعمال ہم آہنگ ہوں +

نوجوان زندگی کی منزل میں کافی دور تک نہیں دیکھ سکتے تاکہ اُس کی تمیز کی قدر و قیمت سمجھیں - اور دیگر یہ کہ وہ آرزو بھری آنکھیں طاقت پر جمائے رکھتے ہیں یعنی صرف زمانہ حال کی طاقت چاہتے ہیں - اور اُس قوت کی پرواہ نہیں کرتے جس سے مدت تک کام کر سکیں - اور بخوبی اور بہ کامیابی آج کے بعد بھی کام کر سکیں - اور اِسی کا نام صحت ہے - ہر طرح سے طاقت پیدا کرو - لیکن یہ عام جسم کی ہو نہ کہ ایک حصہ کی - کیونکہ زندگی کے جنگ کے لئے سالم آدمی درکار ہے نہ کہ اُس کے بعض حصے - اور سالم بھی ایسی اچھی حالت میں کہ جو میدان میں نکل کر اپنا فرض ادا کر سکے - مناسب توجہ کے ساتھ تندرست چست اور مضبوط جسم کے ساتھ قوی اور تیز عقل جمع ہو سکتی ہے - علم اور تجربہ دونوں یکساں اِس امر کی تائید کرتے ہیں کہ یہ دونوں نہ صرف ضروری ہیں - بلکہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں جب کہ جسمانی افعال میں نقص ہوتا ہے تو عقل شاذ و نادر اعلےٰ درجہ حاصل کر سکتی ہے - اور اگر اِسے حاصل ہو تو بمشکل مدت تک بحال رکھ سکتی ہے - اِسی طرح جسم اُسی صورت میں نہایت صحیح اور تندرست ہو سکتا ہے جب کہ اُس کی توجہ ذہن کسی طرف بھی منقسم ہوتی ہو - غرض دل کو نہایت صحیح حالت تب ہی حاصل ہو سکتی ہے کہ جسم کو کافی مصروفیت حاصل ہو اور ایسے ہی دماغ کو +
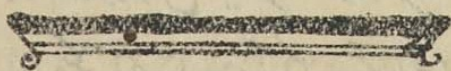
باب دوم

{پیشہ اختیار کرنا - مقام انتخاب کرنا مقروض ہو جانا}

مبارک ہے وہ شخص جس نے کوئی کام شروع کر دیا ہے - کیونکہ اُس کی زندگی کا کچھ مقصد ہے - کارلائل +

اپنے بچوں کو پیشہ اختیار کرانا

نوجوانوں کے لئے زندگی کی منزل پر روانہ ہونے کے واسطے سلامتی کا طریق اور یقینی کامیابی کی راہ یہ ہے کہ وہ اُس پیشہ کو اختیار کریں - جو اُن کی طبائع اور مذاق کے نہائت موزون ہو - والدین اور سرپرست اکثر اِس بارہ میں بالکل بے پرواہ ثابت ہوئے ہیں -

اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ ایک باپ کہتا ہے - میرے پانچ بیٹے ہیں - میں بڑے کو پادری بناؤں گا - دوسرے کو وکیل - تیسرے کو ڈاکٹر اور چوتھے کو زمیندار - پھر وہ شہر کو جاتا ہے اور دیکھتا پھرتا ہے کہ اُس کے پانچویں بیٹے کو کیا کام سیکھنا چاہئے - اور گھر لوٹ کر کہتا ہے - دیکھو بیٹا! میں دیکھتا ہوں گھڑی سازی بھی خوب شریفانہ پیشہ ہے - میں چاہتا ہوں کہ تمہیں گھڑی ساز بنا دوں -"

اور وہ یہی کام کر گزرتا ہے - اور اپنے بیٹے کے طبعی میلان اور عقل کی ذرا پرواہ نہیں کرتا ÷

اس میں شک نہیں کہ مشیت نے ہم سب کو کسی اعلےٰ غرض کے لئے پیدا کیا ہے - ہمارے دماغوں میں بھی اُتنا ہی فرق ہے جتنا کہ ہمارے چہروں میں ہے بعض بچے قدرتاً کلوں کے شیدا پیدا ہوتے ہیں - بجائیکہ بعض دوسروں کو کلوں کی پیچیدگی سے سخت نفرت ہوتی ہے - قریب دس دس سال عمر کے ایک درجن بچوں کو مل کر کھیلنے دو - اُن میں سے ایک دو تو ضرور ایسے ہونگے جو کوئی نرالی تجویز گھڑینگے یا تالوں اور پیچیدہ کلوں سے کھیلینگے - ابھی وہ پانچ سال کے ہونگے کہ اُن کا باپ کسی کھلونے سے انھیں خوش نہیں کر سکتا تھا - یہ لوگ قدرتاً علم جرِ ثقیل کے پیار کرنے والے پیدا ہوئے ہیں - مگر باقی آٹھ دس بچوں کے مختلف مذاق ہیں - میں اس آخری جماعت میں سے ہوں - مجھے کلوں سے ذرہ بھی دلچسپی نہیں تھی - بلکہ پیچیدہ کلوں سے ایک قسم کی نفرت ہو گئی تھی - مجھ میں اتنی سمجھ بھی نہیں تھی - کہ ایک عرق کے پیپے کو ٹھونک دوں کہ رِستا بند ہو جاوے - میں اپنے ہاتھ سے قلم نہیں بنا سکتا تھا کہ اُس کے ساتھ لکھ سکتا یا دخانی انجن کا اصول سمجھ سکتا - اگر کوئی شخص میرے جیسی طبیعت کے لڑکے کو لے کر گھڑی ساز بنانا چاہے تو پانچ یا سات سال کے عرصہ کی شاگردی سے وہ اس قابل تو ہو جاوے گا کہ گھڑی کے پرزے کھول دے یا جوڑ دے - لیکن عمر بھر یہ کام اُسے بہت مشکل معلوم ہوگا - اور وہ ہمیشہ حیلہ کی تلاش میں رہیگا کہ کسی طرح اس کام کو چھوڑ کر وقت ضائع کیا کرے - ایسی طبیعت کے لڑکے کے لئے گھڑی سازی

بچپن ہی میں کلوں کا شوق

سخت نفرت انگیز ہے +

جب تک کہ کوئی شخص ایسا پیشہ اختیار نہیں کرتا جو قدرت نے اُسکی طبیعت کے لئے موزون پیدا کیا ہو۔ تو وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ میں اِس خیال سے خوش ہو لیتا ہوں کہ بہت لوگوں کو اپنے میلان طبع کے موافق پیشے مل جاتے ہیں۔ تاہم ہم روزمرہ لوہار سے لے کر پادری تک بہت سے ایسے لوگ دیکھتے ہیں کہ جنہوں نے غلطی سے اپنے پیشے اختیار کر لئے ہیں۔ مثلاً تم نے اُس غیر معمولی زباندان "عالم آہنگر" کو دیکھا ہوگا۔ جو کہ زبانیں سکھلانے کا پروفیسر ہونا چاہیئے تھا۔ اور تم نے کئی وکیل۔ ڈاکٹر اور پادری بھی دیکھے ہونگے جو قدرت نے سندان اور ہتھوڑے سے کام کرنے کے زیادہ مناسب بنائے تھے

مقام کا انتخاب کرنا

مناسب پیشہ اختیار کرنے کے بعد موزون جگہ تلاش کرنے کے لئے بھی احتیاط لازم ہے۔ فرض کیا تم میں ہوٹل کا انتظام کرنے کی نہائت قابلیت ہے۔ اور تم ایک گھڑی کی طرح ہوٹل کا انتظام کر سکتے ہو۔ اور ہر روز پانچسو مہمانوں کے لئے آسایش بہم پہنچا سکتے ہو۔ اگر تم اپنے ہوٹل کو کسی ایسے چھوٹے سے گانوں میں قائم کروگے کہ جہاں کوئی ریل کی آمدورفت نہیں۔ اور نہ مسافر آتے جاتے ہیں۔ تو تمہاری دوکان مکان تمہاری بربادی کا باعث ہوگا۔ ایسا ہی ضروری یہ امر ہے کہ تم ایسی جگہ بھی کام نہ جاری کرو کہ جہاں اُسی قسم کی مانگ بہم پہنچانے والے پہلے بھی کئی ایک ہیں مجھے ایک واقعہ یاد ہے جو بطور مثال کے پیش کرتا ہوں۔ جس زمانے میں میں لنڈن میں تھا۔ میں کوچہ ہالبورن سے ایک انگریز دوست کے ہمراہ گذر رہا تھا کہ "پینی کی نمایش گاہ" سے ہمارا گذر ہوا۔ باہر بہت سی تصویریں لگی ہوئی تھیں جو ظاہر کرتی تھیں کہ کئی عجیب چیزیں صرف ایک پینی کے عوض دکھائی جاتی تھیں۔ چونکہ کسیقدر میرا بھی اِس پیشہ سے تعلق تھا میں نے کہا چلو ذرا اندر دیکھ آئیں۔ ہم جلدی ہی اُس قابل نمایش کرنے والے

کے سامنے پہنچ گئے اور میں نے تاڑ لیا کہ اس پیشہ میں میں نے اس سے چالاک شخص نہیں دیکھا۔اس نے ہمیں کئی کہانیاں پیشہ دار عورتوں۔اور قدیم زمانہ کے

مردوں کی ڈائی سکشن
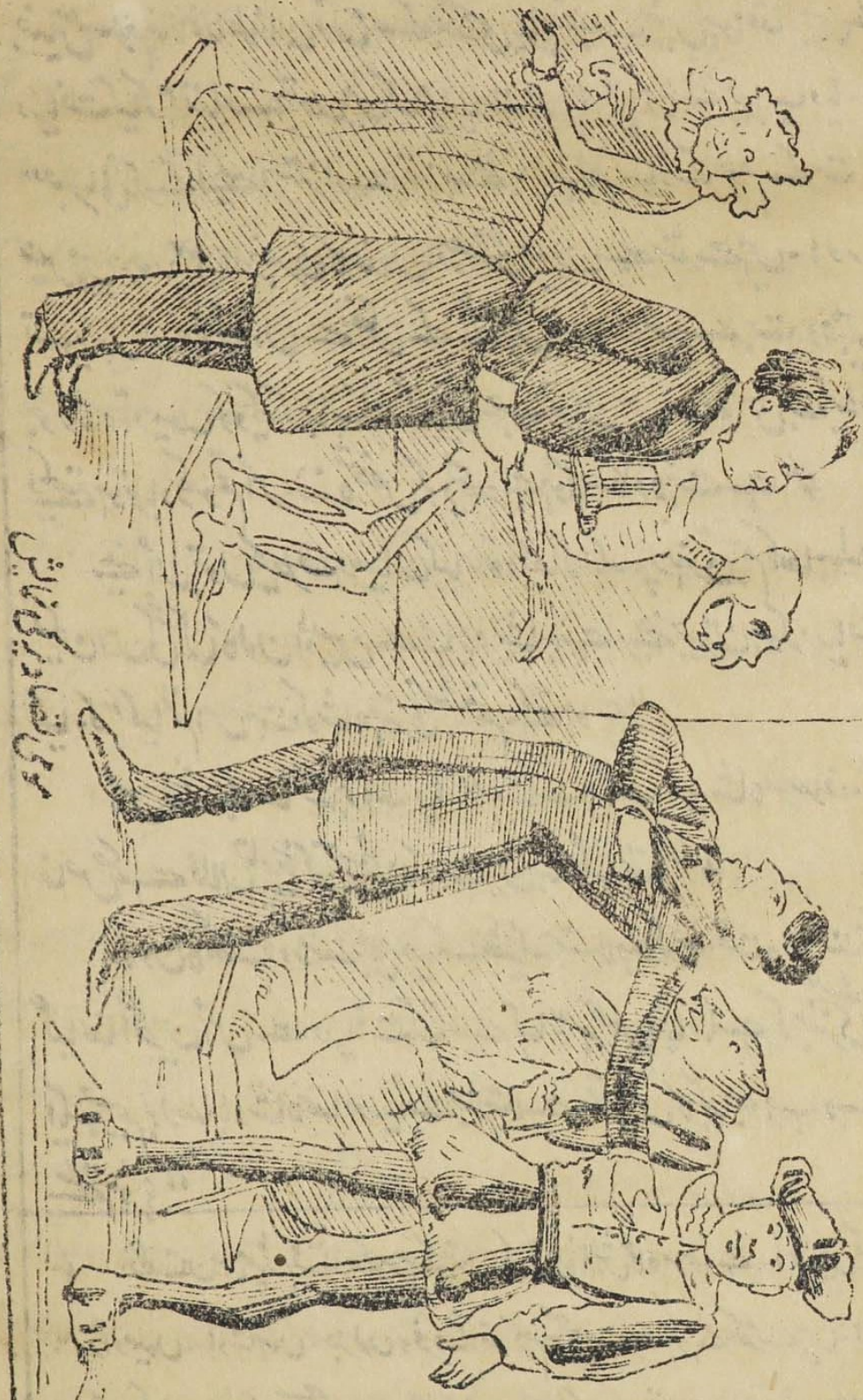
بندروں اور آدمیوں کی نسبت مسئلہ ہیں کہ جنپر اعتبار کرنا تو مشکل تھا لیکن بمقتضائے
وقت دلیل طلب کرنے کی نسبت مان لینا ہی بہتر معلوم ہوا - اسکے بعد اس نے
ہماری توجہ چند نہائت میلے اور غلیظ موم کے بتوں کی جانب منعطف کرائی - کہ
جنہیں معلوم ہوتا تھا طوفان نوح کے بعد کبھی پانی نصیب نہیں ہوا تھا - میں نے
دریافت کیا کہ "تمہارے بتوں میں کیا عجائبات ہیں؟" اُس نے جواب دیا -
"مہربانی کر کے ایسے استہزا سے تو نہ بولئے - یہ میڈم ٹُساڈ* کے موم کے بت
نہیں ہیں - جو روپہلی اور سنہری کاغذوں اور مصنوعی ہیروں سے منڈھے ہیں - اور
تصویروں اور فوٹو گرافوں سے نقل کیے گئے ہیں - جناب میرے بت وہ ہیں
جو زندہ آدمیوں کو دیکھ کر بنائے گئے ہیں - جب تم ان میں سے کسی بت کیطرف
دیکھتے ہو تو یاد رکھو تم اُس زندہ شخص کو دیکھ رہے ہو کہ جسکا وہ بُت ہے"

مینے اُن بتوں کیطرف دھیان کیا - تو دیکھا کہ ایک پر ہنری ہشتم لکھا ہوا ہے
لیکن اس کی شکل کالون اڈیسن سے زیادہ مشابہ ہے مینے حیران ہو کر دریافت
کیا - کہ "کیا تم اس بت کو شاہ ہنری ہشتم کہتے ہو؟"

اُس نے بے ساختہ جواب دیا - "بیشک جناب - یہ شاہ موصوف کے
خاص حکم سے فلاں تاریخ کو ہیمپٹن کورٹ میں بنایا گیا تھا"

وہ دن کا گھنٹہ اور منٹ بھی ٹھیک ٹھیک بتلا دیتا کہ جسوقت وہ بت بنایا
گیا تھا اگر میں اُس سے دریافت کرتا مینے کہا "ہر شخص جانتا ہے کہ ہنری ہشتم
ایک جسیم بوڑھا بادشاہ تھا اور یہ بُت دبلا پتلا ہے - تم اس کا کیا جواب دے
سکتے ہو؟"

* انگلستان میں میڈم ٹُساڈ کے موم کے بتوں کی بڑی نمایش گاہ موجود ہے - اس میں کئی
نامور آدمیوں - بادشاہوں - جنرلوں وغیرہ کے قد آدم صحیح بت بنے ہوئے کھڑے ہیں - ایسے
طور پر کہ دیکھنے والوں کو ان میں سے بعض پر اصلی آدمی ہونیکا شک ہو جاتا ہے - میڈم ٹُساد ایسے
کے بت بنانے میں اُستاد تھی - مگر اب اُس کا بیٹا اس کارخانہ کا مالک ہے - مترجم ۱۲

"اگر تم بھی اتنی مدت اِس جگہ کھڑے رہو تو تم خود ایسے ہی لاغر اور کمزور ہو جاؤ گے"۔

ایسی دلائل کا کیا جواب ہو سکتا تھا۔ میں نے اپنے انگریز دوست کو کہا کہ آؤ چلیں اور اِس کو میرا پتہ نہ بتلانا۔ یہ تو مجھے ہر بات میں مات بتلاتا ہے۔

وہ دروازے تک ہمارے پیچھے پیچھے گیا۔ اور کوچہ میں لوگوں کا ہجوم دیکھ کر ہماری طرف اشارہ کر کے کہا کہ "صاحبان۔ میں آپ کی توجہ اِس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ میرے تماشا کے دیکھنے والے کیسے کیسے معزز لوگ ہیں۔" میں دو تین روز بعد پھر اُسے ملا اور اپنا پتہ بتلا کر اُس کو کہا:-

"میرے دوست تم نہائت قابل نمایش کرنے والے ہو۔ مگر تم نے بہت ناقص مقام لے رکھا ہے"۔

اُس نے جواب دیا۔ "صاحب یہ صحیح ہے۔ میری تمام لیاقت رائگان جا رہی ہے۔ مگر میں کیا کروں؟"

میں نے کہا۔ "تم امریکہ چلو۔ وہاں تمہاری لیاقت کی قدر دانی کی کافی گنجائش ہے۔ امریکہ میں تم کو کافی جگہ اپنا جوہر دکھلانے کی مل جائے گی۔ دو سال کے لیے میں تم کو نوکر رکھ لوں گا۔ اور اس کے بعد تم نے اپنا کام شروع کر دینا"۔

اُس نے میری شرائط کو منظور کیا۔ اور میرے نیویارک کے عجائب گاہ میں دو سال تک ملازم رہا۔ اِس عرصہ کے بعد وہ نیو آرلینس کو چلا گیا اور موسم گرما میں سفری نمائش کا کام کرنے لگا۔ آج وہ ساٹھ ہزار ڈالر کا آدمی ہے مگر صرف اس لئے کہ اُس نے موزوں پیشہ اختیار کیا تھا اور جگہ بھی اِس کے لئے مناسب تلاش کر لی تھی۔ ایک پرانی مثل کا مطلب ہے کہ "دو تین مرتبہ مکان بدلنا آتشزدگی جیسا خراب ہے"۔ لیکن جب کہ ایک شخص پہلے ہی آگ میں پڑا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں کہ کتنی جلدی یا کتنی مرتبہ وہ مکان بدلتا ہے۔

مقروض ہو جانا

ناتجربہ کار نوجوان لوگ جو کاروبار شروع کرتے ہیں انھیں قرضہ اٹھانے
سے پرہیز کرنا چاہئے کوئی اور ایسی چیز دنیا میں موجود نہیں جو قرض کی طرح تم کو نیچے
کھینچ سکتی ہے مقروض رہنا غلام ہونا ہے۔ تاہم ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے نوجوان
قرضدار ہوتے ہیں۔ بہتیرے لوگ اپنے لنگوٹیہ یاروں کو فخریہ کہتے ہیں۔
"دیکھو دوست اِن کپڑوں کے جوڑے کی قیمت کے لئے میرا اعتبار کر لیا
گیا ہے" وہ کپڑوں کو دیکھ کر سمجھتا ہے کہ گویا اُسے دے دئے گئے ہیں بہت
بہتر۔ ایسا ہی ہی۔ لیکن اگر وہ ایک مرتبہ اُن کی قیمت ادا کرکے پھر اعتبار
پر لیتا ہے۔ تو وہ ایک ایسی عادت اختیار کرتا ہے جو عمر بھر اُسے مفلس رکھے گی
"قرض قرضدار کی سلف رسپکٹ چھین لیتا ہے۔ اور اُسے اپنے ہی آپ
حقارت کرنے پر آمادہ کر دیتا ہے۔ اب وہ غم و غصہ کھاتا ہے۔ شکایت کرتا ہے
اور کام کرتا ہے اس چیز کے عوض جو وہ کھا چکا ہے یا پہن چکا ہے۔ اور اب جبکہ
اس سے ادائگی کے لئے تقاضا کیا جاتا ہے تو اس کے پاس دینے کے لئے کچھ
نہیں۔ اسی کو کہتے ہیں "مرے ہوئے گھوڑے کے لئے کام کرنا" میں اُن
لوگوں کی نسبت ذکر نہیں کرتا جو اس لئے ادھار خریدتے ہیں کہ اسے بیچکر نفع
کمائیں۔ اور نہ سوداگروں کی نسبت کہتا ہوں جو ادھار خریدتے اور بیچتے
ہیں۔ بوڑھے کوکر نے اپنے کاشتکار بیٹے کو کہا تھا "جوان۔ کسی سے ادھار
نہ لو۔ اور اگر پھر بھی لوگے تو تھوڑا لو۔ کیونکہ یہ تم کو اپنی قیمت ادا کرنے میں مدد دیگی"✤
مسٹر گریلے نے نوجوانوں کو نصیحت کی ہے کہ سوا اسکے دیہات میں تھوڑی
سی زمین خریدنے کے لئے تھوڑا سا قرض لینے کے اور کسی کام کے لئے
قرض نہ لو۔ وہ کہتا ہے۔ "اگر ایک نوجوان تھوڑی سی اراضی کے لئے قرضدار
ہو جاوے اور پھر شادی کر لے تو یہ دو چیزیں اسے سیدھا رکھینگی۔ ورنہ کوئی چیز
نہ رکھیگی"✤

✤ امریکہ کا محاورہ ہے۔

یہ بات کسی محدود مقدار تک ٹھیک ہو لیکن کھانے پینے یا پہننے کی چیزوں کے لئے قرضدار ہونے سے پرہیز کرنا چاہیئے - بعض کنبوں میں بہت بُری عادت پھیلی ہوئی ہے کہ دوکان سے اُدھار ہر قسم کا سودا لاتے ہیں اور اِس طرح کئی ایسی چیزیں خرید لاتے ہیں کہ جو نقد دے کر لینا وہ کبھی گوارا نہ کرتے ❊

یہ کہنا بہت درست ہے کہ "ساٹھ دن کے بعد اِسکی (کوئیکر کی نصیحت اپنے بیٹے کو) قیمت دینی پڑے گی - اور اگر اِس وقت بھی مجھے روپیہ مِل سکا تو قرض خواہ اسکی کچھ پرواہ نہیں کرے گا"۔ دنیا میں کسی قسم کے لوگوں کا حافظہ ایسا تیز نہیں جیسا کہ قرض خواہوں کا ہے - جب ساٹھ روز گزر جاوینگے تو تمہیں رقم ادا کرنی ہی پڑے گی - اور اگر تم ادا نہیں کرسکتے تو تم وعدہ خلافی کرتے ہو - اور تمہیں فوراً جھوٹ بولنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے شاید تم کوئی بہانہ گھڑ لو یا کسی اور جگہ سے قرض لے کر یہ رقم ادا کر دو - مگر اِس سے تمہیں اور بھی تکلیف ہوگی ❊

ایک خوبصورت مگر سُست نوجوان شاگرد سے ایک روز اُسکے اُستاد نے دریافت کیا - "مسٹر رشید تم نے کبھی گھونگے کو بھی دیکھا ہے؟" "ہاں جناب" اُس نے رُک رُک کر جواب دیا - تو اُستاد نے کہا - "تمہیں کہیں راستہ میں آتے ہوئے مِل گیا ہوگا ورنہ یہ تو ممکن نہیں کہ تم نے اُسکے پیچھے چلکر اُسے پکڑا ہو"

تمہارا قرض خواہ

تمہیں راستہ میں جاتے ہوئے سامنے سے مِلجاوے یا پیچھے دوڑ کر پکڑ لے۔ بہر صورت وہ تمہیں پلکہ یہی کہے گا۔ کیوں دوست تم نے تو اِس وقت ادا کرنیکا وعدہ کیا تھا۔ ورنہ آج پرونوٹ لکھ دو۔ تم رقم مع وعدہ سود کے لکھ دیتے ہو۔ اور سود اُس تاریخ سے بڑھنے لگتا ہے۔ یہی "مرا ہوا گھوڑا" کہلاتا ہے۔ تنخواہ جب رات کو سو کر صبح اٹھتا ہے تو وہ اپنے آپ کو اُس وقت کی نسبت زیادہ دولتمند پاتا ہے جب کہ وہ کل شام کو بستر پر سویا تھا۔ کیونکہ اِس عرصے میں بھی اُس کا سُود بڑھتا رہتا ہے۔ مگر تم جب کہ سو رہے تھے مفلس تر ہو رہے تھے۔ کیونکہ تمہارے سر پر اُس کا سود چڑھ رہا تھا٭

روپیہ بعض صورتوں میں آگ کے مشابہ ہے۔ کیونکہ یہ بہترین خادم ہوتی مگر بدترین آقا بن جاتی ہے۔ اِسی طرح جب سود تمہارا آقا بن جاتا ہے اور تمہارے سر پر بڑھنے لگتا ہے تو یہ تم کو بدترین قسم کی غلامی کی صورت میں ہمیشہ دبائے رکھنا چاہتا ہے۔ لیکن اگر روپیہ تمہاری خدمت کرنے لگے تو دنیا بھر میں تمہیں اِس سے وفادار خدمتگار ملنا ممکن نہیں۔ کیونکہ یہ اندھا خدمتگار ہے۔ دنیا میں کوئی چیز زندہ یا مُردہ ایسی نہیں ہے جو اِس قدر وفاداری سے تمہارے لئے کام کریگی جیسا کہ محفوظ ضمانت کے ساتھ سود پر دیا ہوا روپیہ کام کرتا ہے۔ یہ رات ہو یا دن۔ بارش ہو یا دھوپ غرض ہمیشہ یکساں کام کرتا رہتا ہے٭

میں ضلع کونیکٹیکٹ میں پیدا ہوا تھا۔ جہاں کے قوانین فقیر ہوٹی ٹن† کی

٭ مسلمان سود کا نام دیکھ کر جھجک جاتے ہیں۔ مگر میں نے سوائے ترجمے کے اِس کتاب میں کوئی دخل نہیں دیا۔ وہ سود کے بجائے روپے کو تجارت میں لگا کر یہی کام لے سکتے ہیں٭

† پیٹوری ٹن۔ یہ نام انگلستان کی ملکہ الیزبیتھ کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی عہد خاندان سٹوارٹ میں اُن لوگوں کو دیا گیا تھا جو انگلستان کے قانون کے رو سے مقرر کئے ہوئے گرجا دفریق مذہب) سے اتفاق کرنے سے انکار کرتے رہے۔ اور ۱۵۶۶ء میں اُس سے علیحدہ ہو گئے لیکن سٹوارٹ خاندان کے زمانے میں جب چرچ آف انگلینڈ میں پادریوں کا زر (دیکھو بقیہ نوٹ بر صفحہ آئندہ)

لوگوں نے اِس قدر سخت بنا رکھے تھے کہ مشہور تھا۔ "وہ اتوار کے روز کسی شخص کو اپنی بیوی کا بوسہ لینے کے جرم میں بھی جُرمانہ کر دیتے تھے" باوصف اِسقدر پابند شریعت ہونے کے اِن پرانے پیوریٹن لوگوں کا بہت سا روپیہ سود پر چڑھا ہوا ہوتا تھا۔ اتوار کی صبح کو وہ گرجا میں جاکر فرائض مذہبی سے فراغت پاتے اور ہر قسم کی دنیاوی منفعت کے کام کو اس روز کرنا کفر سمجھتے۔ مگر انکا روپیہ اِس روز بھی بیکار نہ بیٹھتا تھا۔ کہ جس کی بدولت وہ ہفتہ کی شام کی نسبت اتوار کی شام کو زیادہ دولتمند ہو جاتے تھے ؞

غرض روپے کو اپنے خلاف مت بڑھنے دو۔ اور اگر تم اِسباب کی پروا نہیں کروگے تو دنیا میں جہاں تک روپے کا تعلق ہے۔ تمہاری کامیابی کی کوئی صورت ممکن نہیں ہوگی جان رینڈلف متلوّن مزاج ساکن ورجینیا نے ایکمرتبہ کانگرس کے جلسہ میں یوں کہا تھا "مسٹر سپیکر مجھے سنگ پارس ملگیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ فوراً ادا کر دیا کرو"! اِسمیں شک نہیں کہ اگر کسی کیمیاگر کو کبھی کوئی اکسیر کا نسخہ ملا ہے تو اس سے بڑھکر نہیں ہوگا
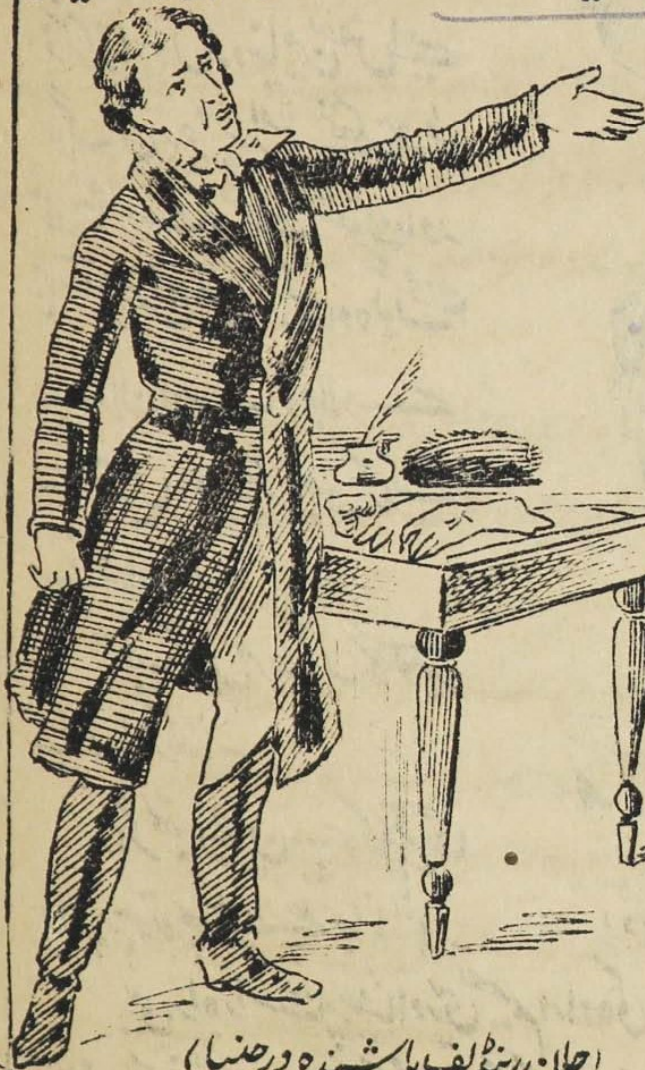
(جان رینڈلف باشندہ ورجینیا)

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ): چرچ آف انگلینڈ میں پادریوں کا بڑا زور ہوگیا تو پیوریٹن سلطنت میں ایک ضروری فریق سمجھے جانے لگے چنانچہ کرامول اور اسکی حکومت کے یہ لوگ بڑے معاون تھے۔ لیکن انگلستان میں باضابطہ سلطنت قائم ہوجانے کے بعد یہ نان کانفارمسٹ (غیر مقلد) مشہور ہوئے ؞

باب سوم

استقلال۔ مضبوط ارادہ سے کام کرنا
اپنی ذات پر بھروسہ رکھنا۔ اپنے کام کا علم

جب کوئی شخص راہ راست پر
چل رہا ہو تو اُسے استقلال نہیں چھوڑنا
چاہئے۔ میں اسبات کا اس لئے
ذکر کرتا ہوں کہ دنیا میں بعض ایسے
لوگ ہیں۔ جو پیدائشی نکمے ہوتے
قدرتاً سُست اور سخت متلوّن اور
نامستقل مزاج ہیں۔ لیکن وہ لوگ محنت
سے ان اوصاف کو جلا دے
سکتے ہیں۔ جیسا کہ ڈیوی کروکٹ
نے کہا ہے:۔

"جب کہ میں مر جاؤں گا تو میرے
پیچھے یاد رکھنا۔
اگر تمہیں یقین ہے کہ تم سیدھی
راہ پر ہو تو پھر سیدھے چلے جانا"

(ڈیوی کروکٹ)

یہی راہِ راست پر چلنا اور یہی تصمیم ارادہ کی وہ چیزیں ہیں کہ جو مایوسی اور
ناکامی کے خطرات سے تم کو محفوظ رکھ کر تمہاری خود مختاری (دولت)

حاصل کرنے کی کوششوں میں تمہاری طاقت اور ہمت کو پست نہیں ہونے دیتیں۔ اور انھیں کو نشوونما دینے میں تمہیں سعی کرنا چاہئے +

کتنے لوگ ہیں جو اپنی آرزوں کی منزل تک پہنچ گئے اور ساحل مقصود کے کناروں تک کو دیکھ لیا۔ مگر جوں ہی کہ اپنی ذات پر انکا اعتبار کم ہوگیا انھوں نے ہمتیں ہار دیں اور ہمیشہ کے لئے گوہر مقصود سے محروم ہو گئے۔

قسمت کو دیکھنا کہ کہاں ٹوٹی ہے کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

لارڈ شیکسپیر نے بہت صحیح کہا ہے کہ انسان کے کاروبار میں بھی ایک نوع کا مدوجذر ہے۔ اور جس کو کہ اگر طغیانی کے وقت قابو کر لیا جاوے تو دولت کیطرف راہنما ہوتا ہے +

اگر تم تامل کروگے تو کوئی دوسرا زیادہ جری ہاتھ تم سے پہلے پھیل کر انعام اُچک لے جائیگا۔ حضرت سلیمان کی اِس مثل کو مت بھولو۔ "وہ جو سست ہاتھ سے کام کرتا ہے وہ مفلس ہو جاتا ہے۔ مگر ہوشیار آدمی کا ہاتھ اُسے تونگر بنا دیتا ہے" +

بعض اوقات استقلال اپنی ذات پر بھروسہ رکھنے کا دوسرا نام ہے۔ بہت لوگ قدرتاً زندگی کے تاریک پہلو پر دیکھ کر تکلیف اٹھاتے ہیں۔ وہ پیدا ہی ایسے کئے گئے ہیں۔ پھر یہ لوگ مشورہ لیا کرتے ہیں جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ کبھی زید کی رائے کے مطابق آگے بڑھتے ہیں۔ اور کبھی عمر کی صلاح کیموافق پیچھے ہٹتے ہیں۔ یہاں تک کہ کبھی ایک پہلو پر انھیں قرار نہیں ہوتا۔ جب تک کہ تم ایسی عادت نہ ڈالو کہ اپنی ذات پر تمہیں اعتماد ہو جاوے کوئی امید تمہاری کامیابی کی نہیں۔ میں کئی ایسے شخصوں کو ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ جنہیں مالی صدمات پہنچے اور انھوں نے

خودکشیاں کرلیں کیونکہ انھیں اپنے آپ پر ذرہ بھروسہ نہ تھا کہ وہ ...... اُس صدمہ کے بوجھ کے نیچے سے کبھی نکل سکینگے۔ لیکن میں اور بھی کئی شخصوں کو جانتا ہوں کہ جنھیں ان سے بھی زیادہ سخت اور پیچیدہ مالی مشکلات پیش آئیں لیکن انھوں نے صرف اپنے استقلال اور اس بات کے اعتماد سے کہ وہ سیدھے راستہ پر چل رہے ہیں اور خداوند تعالےٰ اُنکی مشکلات کو حل کر دیگا۔ اپنی مصیبتوں پر فتح پائی۔ ہمیں زندگی کی ہر روش پر اسکی زندہ مثالیں ملینگی +

مثلاً دو فوجی سپاہی ہیں۔ دونو فوجی قواعد میں کامل مہارت رکھتے ہیں۔ دونوں نے اعلیٰ درجے کے فوجی مدرسے میں تعلیم پائی ہے۔ دونوں کی لیاقت بھی برابر ہے۔ لیکن ایک میں استقلال کا جزو زیادہ ہے۔ اور دوسرے میں کم ہے۔ پہلا تو اپنے پیشہ میں کامیاب ہو جائے گا اور دوسرا ناکام ہوگا ایک طرف سے صدا آئے گی کہ "دشمن بڑھے آ رہے ہیں اور اُن کے پاس توپیں بھی ہیں" +

متامل سپہ سالار۔ "کیا توپیں بھی ہیں؟"

"ہاں"۔

"تو پھر سب سپاہی ٹھہر جاویں" +

وہ غور کرنے کے لئے وقت چاہتا ہے۔ اور یہی تامل کرنا اُس کی تباہی ہے۔ دشمن یا تو بلا مزاحمت اُس کے پاس سے بچ کر نکل جاوے گا اور یا اُسے پریشان کر دیگا۔ دوسری طرف مستقل مزاج اور صاحب عزم جنرل پکے ارادہ کے ساتھ فوراً جنگ میں جا گھسے گا اور تم دیکھو گے کہ گولوں کے دنادن، اسلحہ کی چھنکار۔ زخمیوں کی چیخوں اور مرنے والوں کے واویلا کے درمیان وہ برابر مستقل مزاج ہوگا۔ وہ ہر قدم آگے بڑھائیگا اور عزم مصمم اور جوش راسخ سے اپنے سپاہیوں میں عجیب طرح کی ہمت۔ حوصلہ اور جوانمردی پھیلتا جاویگا کہ جس کا نتیجہ سوائے

فتح کے کچھ نہ ہوگا +

(دو سپہ سالار)

نیت راسخ سے کام کرنا

جو کام تم کرتے ہو اپنی ساری طاقت اس میں خرچ کردو - اگر ضرورت ہو تو

اِس میں اندھیرے سویرے اور وقت بے وقت لگے رہو۔ غرض کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھو۔ اور جو کام اب کر سکتے ہو اُسے کبھی ہرگز گھنٹہ بھر کے لئے بھی ملتوی نہ کرو اِس پُرانی مثل میں صداقت اور معنی کس قدر کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہیں۔ "جو کچھ کہ بالآخر کرنے کے قابل ہے وہ ضرور اچھی طرح کرنے کے قابل ہے"۔ بہت لوگوں نے اپنے کام کو نہایت عمدہ طرح سے پورا کرنے کیوجہ سے بہت سی دولت کمائی ہے۔ مگر اُن کے ہمسائے عمر بھر مفلس رہے ہیں۔ صرف اِس وجہ سے کہ انھوں نے اپنا کام ادھورا کیا ہے۔ زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے اچھا بننے کی آرزو۔ پھرتی۔ محنت اور استقلال نہائت ناقابل گریز حاجات ہیں ‡

قسمت ہمیشہ بہادروں کی مدد کرتی ہے۔ اور جو لوگ اپنی مدد آپ نہیں کرتے اُن کی ہرگز پروا نہیں کرتی۔ مسٹر مکابر کی طرح انتظار ہی میں تمام وقت صرف کر دینا کہ کب کوئی کام میرے لائق نکلیگا۔ تمہارے حق میں اچھی بات نہیں ایسے شخصوں کے لئے انجام میں ایک صورت اِن دونوں میں سے پیدا

(مکابر منتظر ہے کہ کب کام نکلے)

ہو جاتی ہے۔ غریب خانہ یا جیلخانہ۔ کیونکہ سستی بُری عادات پیدا کرتی ہے اور چیتھڑے پہنا دیتی ہے۔ ایک فضول خرچ مفلس قلاش نے ایک دولتمند شخص کو ایک مرتبہ کہا:۔

"مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ دنیا میں ہم سب کے لئے روپیہ تو بہت ہے۔ بشرطیکہ اس کو سب لوگوں میں برابر برابر تقسیم کر دیا جاوے۔ اِسلئے ضرور اس کو

سب لوگوں میں بانٹ دینا چاہیئے اور ہم سب خوش و خرّم رہ کر زندگی بسر کریں گے" +

دولتمند نے جواب دیا۔ "لیکن اگر ہر شخص تمہاری طرح فضولخرچ ہو تو سب روپیہ دو مہینے میں خرچ ہو جائیگا۔ تو پھر تم کیا کرو گے ؟"

"اوہ ! پھر بانٹ لینگے۔ اور ہمیشہ اِسی طرح بانٹتے رہینگے" +

کچھ عرصہ گزرا ہے میں نے لنڈن کے ایک اخبار میں ایک ایسے ہی فلسفی قلاّش کا حال پڑھا تھا۔ جس کو ایک بہت سستے بورڈنگ ہوس سے صرف اِس وجہ سے لات مار کر نکال دیا گیا تھا کہ اُس کے پاس کھانے کا بِل ادا کرنے کو چند پیسے بھی نہیں تھے۔ لیکن اِس کے کوٹ کی جیب سے کچھ لپٹے ہوئے کاغذ گر

(کنگا پولیٹیکل اکانومسٹ)

پڑے کہ جنھیں اٹھا کر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اُن میں انگلستان کا قومی قرضہ (جو کروڑوں روپیہ ہے) بلا ایک پیسہ خرچ کرنے کے ادا کر دینے کی تجویز درج تھی۔ لوگوں کو اِس بات پر عمل کرنا چاہئے۔ جو کرامول نے کہی تھی۔ وہ صرف خدا پر ہی بھروسہ نہ رکھو بلکہ بارود کو بھی خشک رکھو "کام کا حصہ جو تمہارے ذمہ ہے خوب نباہو۔ ورنہ تم کامیاب نہیں ہوگے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شب جبکہ بیابان میں خیمہ زن تھے۔ ایک تھکے ہوئے اصحابی کو یہ کہتے سنا۔

"میں اپنا اونٹ توکل بخدا کھول دیتا ہوں"

حضرت نے فرمایا "نہیں۔ ایسا مت کرو۔ اونٹ کی ٹانگ باندھ دو۔ اور پھر اسکو خدا کے توکل پر چھوڑ دو" ؎

گفت پیغمبر بآواز بلند
بر توکل زانوے اشتر ببند

پہلے اپنی طرف سے جو پختگی اور مضبوطی تم سے ہوسکتی ہے وہ کرو۔ اور پھر اس کام کو خدا کے یا تقدیر کے یا قسمت کے یا جسکے تم چاہو حوالے کردو۔ تو کام نہیں بگڑیگا۔

اکرامول

اعرب شتربان بیابان میں

اپنی ذات پر بھروسہ رکھو

اکثر اوقات مالک کی نظر درجن بھر نوکروں کے ہاتھوں سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے بقاعدہ قدرت کے مطابق کوئی نوکر یا معتمد اپنے مالک کا ایسا وفادار اور خیر خواہ نہیں ہو سکتا جیسا کہ وہ اپنی ذات کا ہوتا ہے۔ بہت سے مالکوں کو صدہا مثالیں یاد ہونگی کہ جہاں بہترین نوکروں سے بعض ایسی موٹی موٹی باتوں میں فروگزاشتیں ہوگئیں کہ جو بحیثیت مالک ہونے کے اُن کی نظر سے نہیں چھپ سکتی تھیں۔ کسی شخص کو حق حاصل نہیں ہے کہ اس وقت تک دنیا میں کامیابی حاصل کرنے کی توقع رکھ سکے جب تک کہ وہ اپنے کاروبار کو بخوبی نہ سمجھتا ہو۔ اور کوئی شخص اُس وقت تک اپنے کاروبار کو بخوبی نہیں سمجھ سکتا جب تک کہ وہ ذاتی توجہ اور تجربہ سے اُسکو نہ سیکھے۔

مثلاً فرض کرو کہ ایک شخص کے کارخانہ میں کوئی خاص چیز تجارت کے لئے تیار ہوتی ہے۔ تو اُسکو لازم ہے کہ اپنے کاربار کے تمام چھوٹے موٹے امور میں اپنی توجہ خرچ کرے اس طرح سے وہ ہر روز کچھ نہ کچھ نئی بات حاصل کیا کریگا۔ اِسپر بھی وہ

(امریکہ کا ٹین کے برتن پھیری لگا کر بیچنے والا)

دیکھیگا کہ قریباً ہر روز ہی اس سے کوئی نہ کوئی غلطی بھی سرزد ہو جاتی ہے۔ اور در اصل یہی غلطیاں اُس کو تجربہ کار بنانے میں مدد دیتی ہیں۔ بشرطیکہ وہ اُن سے بے پروائی نہیں کرتا۔ کم از کم اس میں اس امریکہ کے پھیری لگا کر ٹین کے برتن بیچنے والے کے برابر تو عقل ہونی چاہئیے کہ جس کو ایک مرتبہ مال خریدنے میں مال کی کیفیت کی نسبت دھوکا ہوا۔ تو اُس نے کہا۔ وہ خیر کیا ڈر ہے اس سے بھی معلومات میں کچھ ترقی حاصل ہوئی ہے۔ کل تو میں اس قسم کا دھوکہ نہیں کھاؤں گا۔ غرض اس طرح ہر شخص اپنے لئے تجربہ خرید سکتا ہے۔ اور یہی غنیمت سمجھا جاتا ہے کہ اگر اس سے زیادہ گراں نرخ سے نہ خریدنا پڑے۔

اپنے کاروبار کا کامل علم

میرا عقیدہ ہے کہ ہر شخص کو اپنے کام کی ایسی ہی کامل واقفیت حاصل ہونی چاہئیے جیسی کہ کوڈئیے نامی مشہور فرانسیسی نیچرلسٹ کو تھی۔ وہ علم تاریخ الحیوان کا ایسا ماہر تھا کہ اگر کوئی اُس کے پاس کسی ایسے جانور کی ہڈی یا ہڈی کا کوئی حصہ لاتا کہ جس کا بیان اُس نے کبھی دیکھا نہ سُنا تھا۔ تو وہ صرف اس علم کے عام اصولوں کی مدد سے اپنے ذہن رسا کی بدولت اُس جانور کی تصویر کھینچ کر دکھا دیا کرتا تھا کہ جس کی وہ ہڈی ہوتی۔ ایک دفعہ اُس کے شاگردوں نے اُسے دھوکا دینے کی کوشش کی۔ اُنھوں نے اپنے میں سے ایک کو گائے کی کھال میں لپیٹ کر اُس کی میز کے نیچے بٹھلا دیا اور اپنے اُستاد کو کہا کہ ایک نئی قسم کا حیوان ہاتھ لگا ہے۔ جب یہ حکیم اپنے کمرے میں آیا تو بعض شاگردوں نے دریافت کیا کہ یہ کیا جانور ہے۔ فوراً جانور نے چلا کر کہا۔ "میں ایک جن ہوں اور تم سب کو کھانے آیا ہوں"۔ طبعی تقاضا تھا کہ کوڈئیے کو اس جانور کی نوعیت معلوم کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اُس نے

س کی صورت دیکھ کر کہا۔ "کھُر پھٹے ہوئے مگھاس کھانے والا! یہ ہرگز نہیں
ہو سکتا"۔ وہ بخوبی جانتا تھا کہ جس حیوان کے کھُر پھٹے ہوئے ہوں وہ
رف گھاس یا غلّہ یا اور کسی قسم کی نباتات پر زندگی بسر کر سکتا ہے۔ اور کسی
سم کے زندہ یا مردہ گوشت کھانے کی طرف مائل نہیں ہو سکتا۔ پس اُس نے
نے سمجھا کہ ہمیں اِس جانور سے کسی قسم کا گزند پہنچنے کا شک نہیں ہو سکتا۔

(کووئیے مشہور فرانسیسی نیچرلیسٹ)
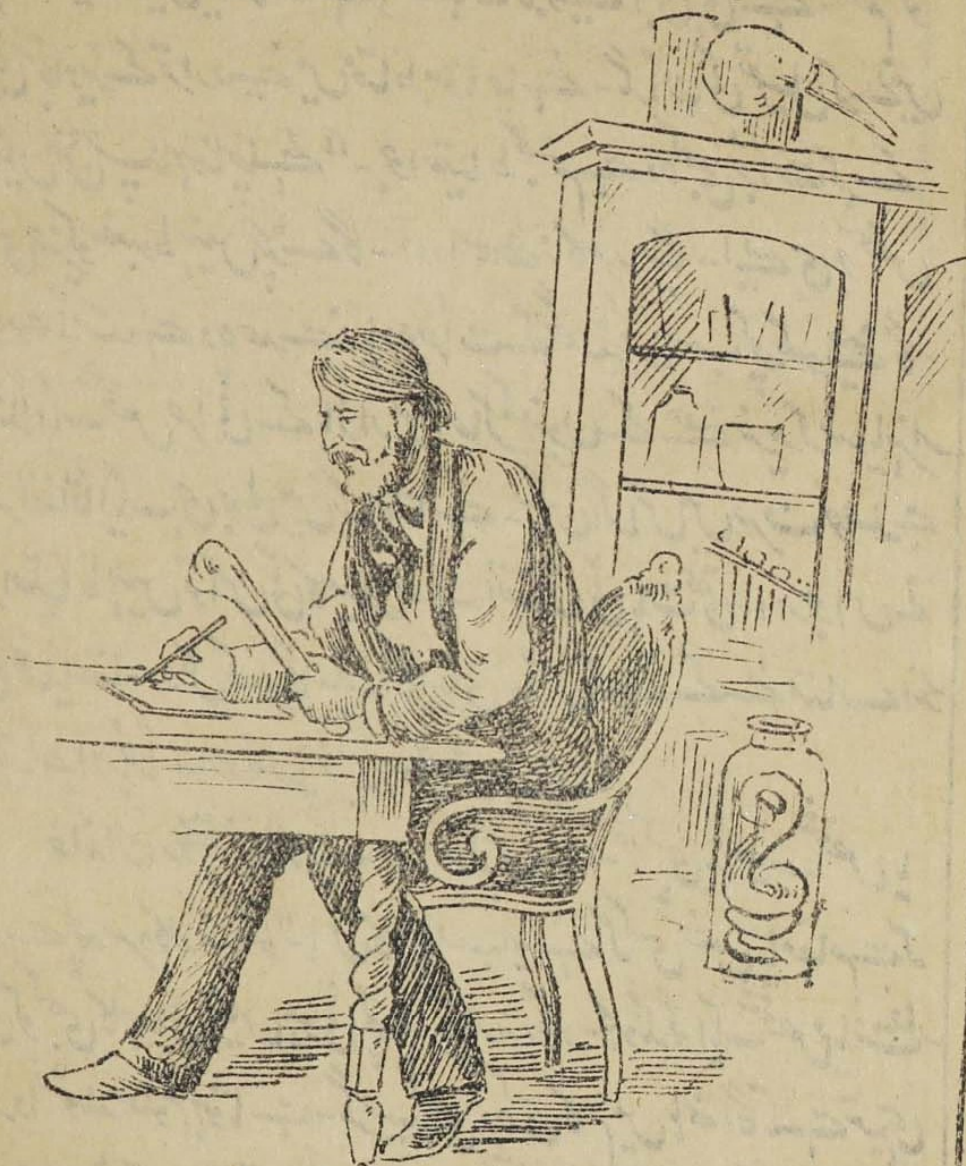
غرض کسی کام میں پوری کامیابی حاصل کرنے کے لئے اُس کی کامل واقفیت
اور فراز و نشیب کا حاصل ہونا لازمی امر ہے ؛

بڑے روتھشیلڈ کے مقولوں میں ایک بات بظاہر معمّا معلوم ہوتی تھی
وہ کہتا تھا - "بہادر اور محتاط رہو" بظاہر معلوم ہوتا ہے اِس قول ہی میں دو
متضاد باتیں موجود ہیں - مگر در اصل یہ صحیح نہیں - بلکہ یہ بڑی دانشمندی کی بات
ہے - حقیقت میں یہ خلاصہ ہے اِس بات کا جو مینے ابھی کہی ہے - "تم کو
اپنی تجاویز کے قرار دینے میں محتاط ہونا چاہئیے - مگر اُن کی تعمیل کرنے میں
تمہیں مُن چلا ہونا چاہئیے" - جو احتیاط مجسّم ہے وہ کبھی جرأت کر کے
کسی چیز کو مضبوط نہیں پکڑے گا - اور اسلئے ناکام رہیگا - ایسے ہی جو شخص
بڑا حوصلہ مند ہے وہ حد سے زیادہ جرأت کے گھمنڈ میں سب کچھ کھو بیٹھے گا -
مثلاً ایک شخص صرافی کے بازار میں جا کر کمپنیوں کے حصے خرید کر سو یا ہزار
ڈالر اتفاقاً ایک ہی بولی میں کما لیتا ہے - لیکن اگر اُس میں صرف حوصلہ ہے
مگر احتیاط نہیں تو اُس کی کامیابی صرف اتفاق کی بات تھی - اور جو اس نے
آج کمایا تھا - وہ کل کھو دیگا - لہٰذا کامیابی حاصل کرنے کے لئے تمہارے اند
احتیاط اور جرأت دونوں چیزیں ہونی ضروری ہیں ؛

خاندان روتھشیلڈ کا ایک اور مقولہ بھی ہے - "کسی بدنصیب شخص یا
جگہ سے کچھ سرو کار نہ رکھو" اِس کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص یا مقام سے کہ
جن کو کبھی کامیابی نہیں ہوتی کچھ سرو کار نہ رکھو - کیونکہ گو ایک شخص دیانتدار
اور دانشمند معلوم ہوتا ہے - مگر جب کبھی وہ کسی کام میں ہاتھ لگاتا ہے تب ہی
نقصان اٹھاتا ہے - تو اِس کا باعث اِس شخص کا کوئی قصور یا کمزوری ہوتی
ہے کہ جسے خواہ تم نہ معلوم کر سکو مگر تاہم وہ ہوتا ضرور ہے ؛

یہ امر قابل بیان ہے کہ اس دولتمند کارخانہ روتھشیلڈ کا بانی عموماً اپنی

ابتدائی کامیابی چند سادہ کاروباری قواعد پر منحصر بتلاتا تھا - وہ کہتا تھا -
"میں تینوں نفعے ملا لیا کرتا تھا - میں کاریگروں کو اپنا گاہک بناتا تھا - اور جنسے
خریدتا تھا انھیں بھی گاہک بنا لیتا تھا - یعنی میں کاریگروں کو خام پیداوار
اور رنگ بہم پہنچاتا تھا اور ہر ایک سودے پر نفع کماتا تھا - پھر اُن کا تیار کیا
ہوا مال لے کر نفع پر بیچتا تھا - اور اس طرح تین طرح کے نفعے اکٹھے کر لیتا تھا"۔
ایک اور قاعدہ یہ تھا - کہ "فوراً سودا کر لو" یعنی اِدھر سے مال خریدا
اور اُدھر بیچ دیا ؛

باب چہارم

قسمت - اوزار - دماغ - اپنے کام سے اسطح مسطوی پر رہنا - روپیہ قرض لینا شاہرہ

دنیا میں خوش نصیبی سے بڑھکر کوئی چیز خوش آیندہ نہیں - دنیا میں کبھی کوئی شخص ایسا نہیں گزرا جو صبح سویرے باہر جاوے اور آج اُس کو کوچہ میں ایک اشرفیوں سے بھری ہوئی تھیلی مل جاوے - وہ کل پھر جاوے اور اُسے ایک اور اشرفیوں کی تھیلی مل جاوے - اور اسی طرح ہر روز اُس کو تھیلیاں ملتی چلی جاویں - ممکن ہے کہ عمر بھر میں ایک روز اُسے تھیلی مل بھی جاوے -

(قسمت)

لیکن جہاں تک کہ قسمت کا تعلق ہے۔ جیسی کہ طفیلی کے مل جانے کی امید ہے ویسی ہی اُس کے کھو جانیکی بھی توقع ہے۔ یکساں اسباب سے یکساں نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کامیاب ہونے کے لئے مناسب طریقے اختیار کرے تو قسمت اس کو کبھی نہیں روکے گی۔" اور اگر وہ کامیاب نہیں ہوتا تو اِسکے بھی سبب ہوتے ہیں۔ خواہ وہ خود اُن کو نہیں جان سکتا۔"

اوزار

آقاؤں کو لازم ہے کہ نوکر پسند کرنے میں بہترین آدمی حاصل کرنے کی احتیاط کیا کریں۔ یاد رکھو کہ کام کرنے کے لئے اتنے اچھے ہتھیاروں کی ضرورت ہے جتنا کہ مبالغہ کر سکیں۔ اور کسی ہتھیار کی نسبت اتنی احتیاط لازم نہیں ہے جتنی کہ جاندار ہتھیاروں کی نسبت ہے۔ اگر تم کو اچھا ملازم مل جاوے تو بجائے بدلتے رہنے کے اُسے مستقل طور پر اپنے پاس رکھو۔ وہ کچھ نہ کچھ ہر روز سیکھتا ہے اور تم کو اُس کے تجربے سے فائدہ پہنچتا ہے۔ وہ سال گزشتہ کی نسبت اِس سال تمہارے لئے زیادہ قیمتی ہے۔ اِس لئے اُسے کبھی علیحدہ نہیں ہونے دینا چاہیئے بشرطیکہ اُس کی عادات قابل اطمینان رہیں اور وہ بے ایمانی نہ کرنے لگے۔ لیکن جب کہ وہ زیادہ قیمتی ہوتا جاتا ہے وہ اِس بات کی بنا پر تم سے اتنا سنگین معاوضہ طلب کرے جو تم نہ ادا کر سکو تو اُسے جانے دو۔ جب کبھی میرے پاس کوئی ایسا نوکر ہوتا ہے تو میں فوراً اُسے موقوف کر دیتا ہوں پہلے تو یہ امر جتلانے کے لئے کہ اُس کی جگہ پر ہو سکتی ہے۔ اور دوسرے اِس لئے کہ اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ نہایت بیش قیمت ہو گیا ہے اور اُس کے سوائے گزارہ نہیں ہو سکتا تو بہت نکما آدمی ہے +

اِس پر بھی اگر میں دیکھتا ہوں کہ اُس کے تجربہ سے مجھے بہت فائدہ

ہو سکتا ہے تو جہاں تک ممکن ہو میں اسے جانے نہیں دیتا +

دماغ

کسی ملازم میں سب سے ضروری چیز اُس کا دماغ ہے +
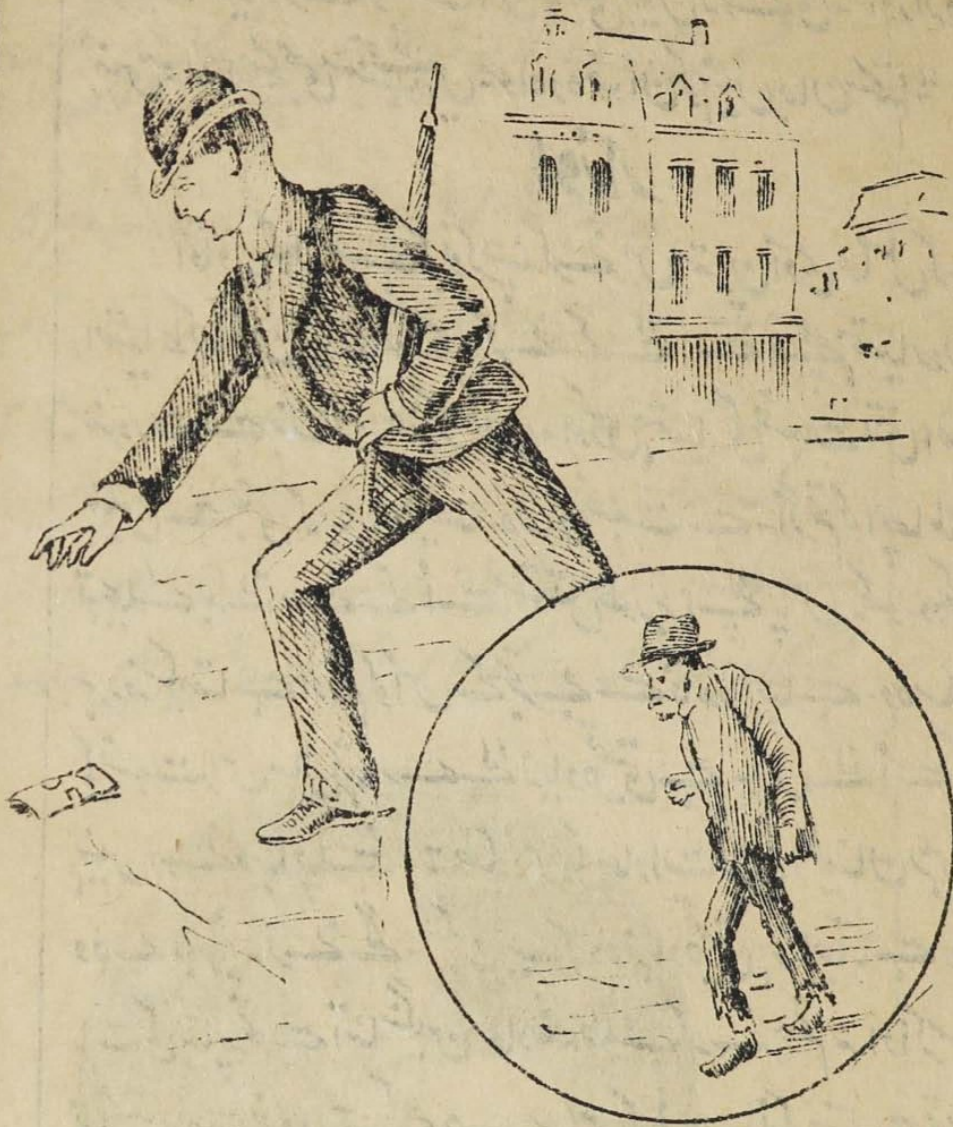
وہ ایک بٹوا پڑا ہوا پالیتا ہے - اور اسی امید میں ساری عمر پڑا پھرتا ہے - مگر آج تک کچھ نہیں پاتا +

تم جابجا دیواروں پر اشتہارات چسپاں دیکھتے ہو کہ اتنے ہاتھوں کی ضرورت ہے لیکن اکیلے ہاتھ کسی کام کے نہیں ہوتے جب تک کہ دماغ

بھی ساتھ نہ ہوں۔ مسٹر بنجر اس معاملہ کی اس طرح توضیح کرتا ہے :-
ایک ملازمت کا امیدوار اپنی خدمات یہ کہکر پیش کرتا ہے۔ "میرے دو ہاتھ ہیں اور میری ایک انگلی غور بھی کیا کرتی ہے"۔ آقا کہتا ہے "یہ بہت اچھی بات ہے"۔ دوسرا امیدوار سامنے آکر کہتا ہے "میری دو انگلیاں غور کرتی ہیں"۔ مالک کہتا ہے "یہ تو اور بھی اچھی بات ہے"۔ مگر ایک تیسرا شخص آن موجود ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ "میری تمام انگلیاں اور انگوٹھے غور کر سکتے ہیں"۔ "یہ اس سے بھی اچھی بات ہے"۔ آخر کار ایک اور شخص بھی آن پہنچتا ہے اور کہتا ہے "میرا دماغ غور کرتا ہے۔ میرا مُواں مُواں غور کرتا ہے۔ میں غور اور کام دونوں برابر کر سکتا ہوں"! "بس تمہارے ایسے شخص کی مجھکو ضرورت تھی"! مالک خوش ہو کر کہتا ہے ؛

انگلیاں اور دماغ جو سب غور کر سکتے ہیں

اِس لئے جو شخص کہ انگلیاں اور دماغ دونوں کام کرنے کے قابل رکھتے ہیں وہ نہائت قیمتی ہوتے ہیں۔ اُنھیں کبھی الگ نہیں کرنا چاہئیے۔ یہ اُن کے لئے اور تمہارے حق میں بھی بہتر ہے کہ اُنھیں وقتاً فوقتاً تنخواہ کی مناسب ترقی کے ساتھ اپنی خدمت میں رکھو؀

یہ لاریب ترقی کا زمانہ ہے۔ ہر شخص کو برابر لگاتار اپنے کاروبار اور طریق عمل میں ترقی اور اصلاح کرتے رہنا چاہئیے۔ ورنہ وہ ناچار اِس دوڑ میں پیچھے چھوٹ جائیگا۔ میں نے کبھی اِس بات کی طرف میلان نہیں کیا کہ ناقص نمائش کروں۔ اور اگر سوائے عام حکمت عملی کے کوئی اِس سے اعلیٰ مقصد نہ بھی ہو تو میں سوائے بہترین چیز کے کوئی چیز نہیں دکھلا سکتا۔ اور کبھی ایک لمحہ بھر کے لئے خرچ کے مسئلہ کو پیش نظر نہیں آنے دیا؀

اپنے کام

نوجوان جب کہ کام کاج سیکھ چکتے ہیں۔ اور شاگردی سے فارغ ہو جاتے ہیں تو اکثر اوقات بجائے اپنے کام میں مشغول ہو جانے اور اپنے پیشہ میں ترقی کرنے کے بیکار پھرا کرتے ہیں اور فارغ رہنے لگتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں "میں نے کام سیکھ لیا ہے۔ مگر میں کسی کا مزدور بنکہ کام نہیں کرونگا جب تک میں اپنا کاروبار قائم نہیں کر سکتا مجھے اِس پیشہ کے سیکھنے سے فائدہ ہی کیا ہوگا؟"

"کیا تمہارے پاس اپنا کام جاری کرنے کے لئے سرمایہ ہے؟"

"نہیں۔ مگر مجھے عنقریب ملجائیگا"

"مگر کیسے ملے گا؟"

"میں تمہیں ایک پوشیدہ بات بتلاتا ہوں۔ میری ایک بڑھیا چچی ہے۔

بڑی بڑی اُمیدیں۔ دولتمند رشتہ داروں کے مرنے کا انتظار
جو بڑی دولتمند ہے اور بہت جلد مرنے والی ہے۔ لیکن اگر وہ بہت جلد نہ
مری تو مجھے امید ہے کوئی دولتمند آدمی مجھے چند ہزار روپیہ کام چلانے
کے لئے قرض دیدیگا۔ اگر مجھے کام چلانے کے لئے صرف روپیہ ملجاوے
تو تم دیکھو کہ میں کیسا کام کرسکتا ہوں'' ؎

روپیہ قرض لینا

اس سے کوئی بڑی غلطی نہیں ہے کہ جب کہ کوئی نوجوان شخص اعتماد کرتا ہے کہ وہ قرض کے روپے سے کامیاب ہو جائیگا۔ کیونکہ ہر شخص کا تجربہ مسٹر آسٹر کے تجربے سے منطبق ہوتا ہے جس نے کہا تھا "مجھے میرے پہلے ایک ہزار ڈالر کمانے میں اس قدر دقت پیش آئی تھی کہ اس کے بعد کے کروڑوں ڈالر کمانے میں اتنی مشکل پیش نہیں آئی" روپیہ کسی کام کی چیز نہیں ہے جب تک کہ تمہیں تجربے سے اس کی قیمت نہ معلوم ہو۔ ایک لڑکے کو بیس ہزار ڈالر دے کر کام میں لگا دو۔ اور اغلب نتیجہ یہ ہوگا کہ سال کے ختم ہونے سے پہلے وہ ہر ایک ڈالر ضائع کر دے۔ جیسے کہ لاٹری کا ٹکٹ خریدنے سے کوئی بھاری رقم انعام کی مل جاوے تو اس کا روپیہ بہت دن نہیں رہتا بقول "زر دو آمد دیر نہ پائد" کے۔ کیونکہ لاٹری جیتنے والے کو اس روپے کی کچھ قدر نہیں ہوتی۔ کوئی چیز کسی قیمت کی نہیں جب تک کہ اس پر سعی خرچ نہ ہو۔ سو اپنی ذات کو تکلیف دینے کفایت شعاری، صبر اور استقلال اختیار کرنے دو۔ اس سرمایہ سے کام شروع کرنے کے جو تم نے کمایا ہو نہیں تمہیں یقین کرنا چاہیئے کہ تم روپیہ جمع کر سکو گے۔ نوجوانوں کو بجائے فروودوں کا انتظار کرنے کے کم حیثیت بازو سے کام شروع کر دینا چاہیئے۔ دنیا میں کوئی ترقی ہونے کے متعلق اس قدر وقت کرنے والا نہیں جیسے کہ یہ بوڑھے دولتمند رشتہ دار ہوتے ہیں۔ اور دراصل یہ امیدوار وارثوں کی خوش قسمتی ہے کہ وہ ان سے بہ قدر انتظار کراتے ہیں۔ ہمارے ملک کے آج کے دولتمند لوگوں میں سے دیکھا جاوے تو اکثر ایسے شخصوں نے بطور مفلس اور محتاج بچوں کے زندگی شروع کی تھی۔ مگر عزم راسخ۔ محنت۔ کفایت۔ استقلال

اور نیک عادات سے وہ منزل مقصود تک پہنچ گئے۔ وہ بتدریج بڑھتے گئے
خود روپیہ کمایا اور تھوڑا تھوڑا بچایا۔ اور بہت بڑی دولت حاصل کرنے کا یہی
بہترین طریقہ بھی ہے۔ سٹیفن گیرارڈ نے بچپن میں بطور ایک مفلس جہازی خدمت
گار سے زندگی شروع کی تھی۔ اور نو سے لاکھ ڈالر کا مالک ہوکر مرا۔ اے۔ ٹی
سٹوورٹ ایک محتاج آئرش لڑکا تھا۔ مگر کئی ملین (ملین = ۱۰ لاکھ) ڈالر چھوڑ مرا
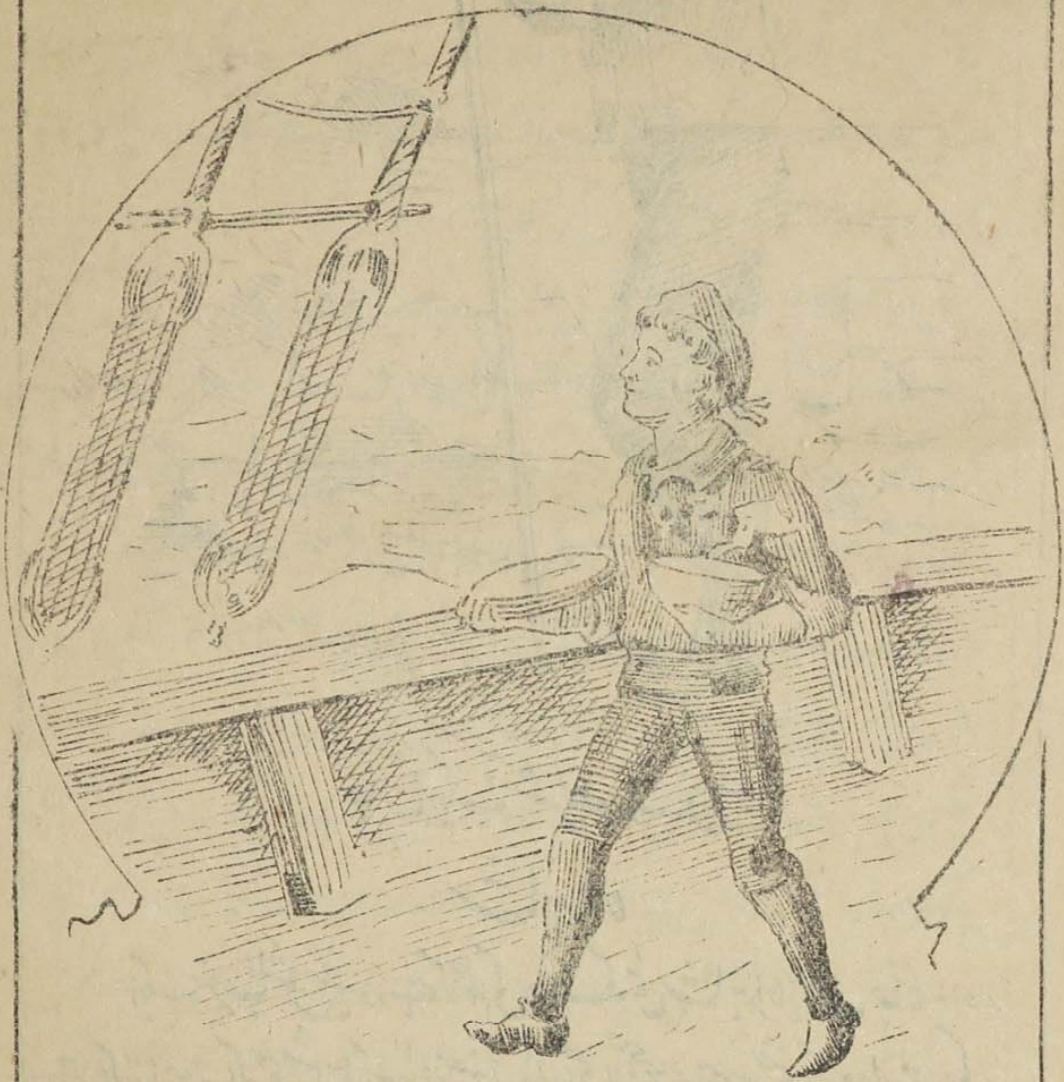
سٹیفن گیرارڈ جہاز کا خدمتگار

جان جیکب آسٹر ایک غریب کسان کا لڑکا تھا اور دو کروڑ ڈالر چھوڑ کر مرا۔۔۔
کارنیلیس وینڈربلٹ نے جزیرہ سٹیٹن اور نیویارک کے مابین کشتی چلا کر

روٹی کمانے سے زندگی شروع کی تھی - مگر اپنی موت کے وقت ایک ارب ڈالر کی آسامی تھا +

جان جیکب آسٹر بطور کسان کے

شاہراہ

ایک ضرب المثل مشہور ہے کہ علم کی طرف کوئی شاہراہ نہیں جاتا - اور میں کہتا ہوں کہ یہی مثل ایک اور معنوں میں بھی صحیح ہے - یعنی کہ دولت کی طرف بھی کوئی شاہراہ نہیں جاتا - لیکن اگر غور سے دیکھا جاوے تو دونوں کی طرف شاہراہ جاتے ہیں - جو سڑک علم کی طرف جاتی ہے وہ شاہی ہے کیونکہ اِس سے طالب العلم کی عقل وسیع ہوتی ہے - اُس کے معلومات کے

ذخیرہ میں ہر روز کچھ نہ کچھ بڑھ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ذہنی ترقی ایک ایسی حد تک جا پہنچتی ہے کہ وہ مشکل سے مشکل مسائل کے حل کرنے۔ آسمان کے ستاروں کو شمار کرنے۔ زمین کے ذرات کا حساب لینے اور اس کُرۂ ہوا کو ناپنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ بیشک یہ شاہی راستہ ہے۔ اور اسی لئے صرف یہی راستہ ہے جو طے کرنے کے قابل ہے۔ تعلیم ہمارے زمانے کی سب سے بڑی برکات سے ہے۔ اس کے سوائے کوئی جمہوری حکومت زندہ نہیں رہ سکتی۔ جس گورنمنٹ کا حصر رعایا کے ووٹوں پر ہو۔ چاہیئے کہ اس ہر ووٹ کے پیچھے صاف دماغ ہو۔ ایسا صاف اور کدورت سے پاک دماغ جو سچی جمہوری سلطنت کی اصل غرض کو سمجھ سکے۔ کہ جس کا مقصد اقصےٰ "سب سے بڑی جماعت کی سب سے بڑی بہتری ہے"۔ یہ سمجھ لینا بہت بڑی غلطی ہے کہ صرف اہل حرفت لوگوں کو اچھی تعلیم کی حاجت ہے۔ قلبہ ران سے لے کر سائنس دان تک ہر پیشہ ور تب ہی پورے طور پر کامیاب ہو سکتا ہے اور کنبے اور قوم میں بہترین اخلاق اور زیادہ خوشحالی حاصل کر سکتا ہے جب کہ وہ ہمارے سرکاری مدارس سے تعلیم کی بیش بہا برکت سے مستفید ہو۔ انسان کا دماغ ایک غیر محدود درجے تک توسیع پانے کی قابلیت رکھتا ہے لیکن حیوانات کے دماغ میں یہ قابلیت نہیں ہے۔ ایک بچہ عمدہ تعلیم پا کر ویبسٹر (لغت نویس) یا سقراط حکیم سے بڑا بن سکتا ہے۔ اور ہمارے موجودہ ترقی یافتہ تعلیمی اسباب کی امداد سے دنیا کے ہر شخص سے لائق ہو سکتا ہے۔ لیکن کسی حیوان سے اس بات کی توقع نہیں ہو سکتی۔ ایک ہاتھی کو یہ تو سکھلا سکتے ہیں کہ وہ ہل چلایا کرے۔ لیکن اُس کو خیرات یا نیک کام کرنا نہیں سکھلایا جا سکتا۔ اور نہ اُسے لکھنا پڑھنا ہی آ سکتا ہے۔ کوئی ٹکس نہیں ہے جسکو میں اس قدر خوشی سے ادا کرتا ہوں جتنا کہ

ہیں مدارس کا ٹکس دیتا ہوں۔ مدارس افلاس اور جرائم کو بہت کم کر دیتے ہیں۔ اور ایسے ہی نیک اخلاق۔ خالص مذہب۔ خوشحالی اور عقل اُن لوگوں کی بہت بڑھا دیتے ہیں۔ جو ان سے استفادہ کرتے ہیں۔ ہر ایک سرکاری مدرسہ میں مختصر نویسی† تو سکھلانی چاہئے۔ لیکن لاطینی۔ یونانی اور دیگر غیر ممالک کی زبانیں سرکاری خرچ سے نہیں سکھلانی چاہئیں۔ یہ اعلیٰ شاخیں تعلیم کی صرف پرائیویٹ مدارس میں سکھلانی چاہئے +

یہی حال دولت کا ہے۔ اپنے آپ پر اعتماد رکھو۔ قواعد پر غور کرو۔ اور سب سے بڑھ کر انسانی فطرت کا مطالعہ کرو۔ "کیونکہ نوع انسان کا صحیح مطالعہ انسان ہی ہے" اور تم دیکھو گے کہ جب کہ تم عقل اور رگ پٹے کی طاقت خرچ کر رہے ہو گے تمہارا بڑھا ہوا تجربہ تمہیں ہر روز زیادہ سے زیادہ اصل زر جمع کرنے کے قابل بنا دیگا۔ اور اس پر سود اور دیگر وسائل کی آمدنی کے اضافہ ہو جانے سے تم ایک روز مستغنی حالت تک پہنچ جاؤ گے۔ تم غور کرو گے تو پاؤ گے کہ یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ غریب لڑکے دولتمند اور دولتمند غریب ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ایک دولتمند شخص اپنے مرنے کے وقت اپنے کنبے کے لئے بہت بڑی جائداد چھوڑ جاتا ہے۔ اس کے بڑے بیٹے کہ جنہوں نے اپنے باپ کو دولت جمع کرنے میں مدد دی ہے تجربہ کی وجہ سے روپیہ کی قدر و قیمت جانتے ہیں اور اس لئے وہ اپنے ترکہ کے حصے کو لے کر اس پر اور روپیہ اضافہ کرتے ہیں۔ مگر چھوٹے بچوں کے حصے میں جو روپیہ آتا ہے وہ امانت رکھا جاتا ہے اور اس پر بھی سود بڑھنے لگتا ہے۔ لیکن ان بچوں کی دس بارہ

† یورپ و امریکہ میں شارٹ ہینڈ یعنی خلاصہ نویسی کا بڑا رواج ہے۔ اور اب ہندوستان کے بعض سرکاری مدارس میں بھی اس کی طرف توجہ ہوئی ہے +

دفعہ دن میں لوگ پیٹھ ٹھونک کر کہتے ہیں کہ "تم بڑے دولتمند ہو۔ تمہیں کبھی کام کرنا نہیں پڑے گا۔ اور جو کچھ تم چاہو گے تمہیں مل جائیگا کیونکہ تم بڑے خوش نصیب ہو"۔ کم عمر امیر زادے کو فوراً اِس بات کا مطلب معلوم ہو جاتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ اُس کے کپڑے سب سے اچھے ہیں۔ اُس کو طرح طرح کے کھلونے کھیلنے کو ملتے ہیں۔ اور نفیس نفیس مٹھائیوں سے اُس کا مُنہ ٹھونسا جاتا ہے۔ اور ایک مدرسہ سے دوسرے مدرسہ تک ہر جگہ اُس کی پیٹھ ٹھونکی جاتی ہے اور اُس سے پیار کیا جاتا ہے۔ وہ مغرور اور خود نما ہو جاتا ہے۔ اپنے اُستادوں تک کی بے ادبی کر بیٹھتا ہے۔ اور ہر معاملہ میں سختی اور خودرائی شروع کر دیتا ہے۔ اُس کو روپیہ کی اصل قیمت کا کچھ حال معلوم نہیں کیونکہ اُس نے کبھی روپیہ کمایا نہیں۔ لیکن اِتنا وہ جانتا ہے کہ "وہ بڑا خوش نصیب آدمی ہے"۔ کالج میں جا کر وہ اپنے غریب ہم جماعتوں کو اپنے کمرے میں طلب کرتا ہے جہاں کہ انہیں شراب پلاتا اور کھانا کھلاتا ہے۔ اُس کے ساتھی اِس وجہ سے کہ یہ دولت کے اُڑانے میں اِس قدر ناعاقبت اندیش ہے اُس کی خوشامد اور تعریف و توصیف کرتے ہیں۔ اور اُسے با اقبال رفیق کے نام سے مخاطب کرتے ہیں۔ یہ اُن کو دعوتیں اور ضیافتیں دیتا۔ پارٹیوں میں مدعو کرتا اور اپنے برق رفتار گھوڑوں کی گاڑی میں بٹھا کر ہوا خوری کے لئے لیجاتا ہے۔ غرضیکہ ہر وقت خوشی اور خرمی کو ہمعنان رکھنے کی کوشش کیجاتی ہے۔ راتوں کو لہو و لعب اور بدکاری میں گذارتا ہے۔ اور اپنے بدچلن رفقا کے ساتھ ہمصفیر ہو کر یہ مشہور گیت گاتا ہے۔ کہ "ہم صبح تک گھر جانا نہیں چاہتے"۔ یہ اُن کی معیت میں دکانداروں کے سائن بورڈ اور دروازوں کی چولیں توڑ کر صحن

* یہ یورپ اور امریکہ کے کالجوں کا ذکر ہے۔ جہاں بورڈنگوں میں ایسا دستور ہے۔
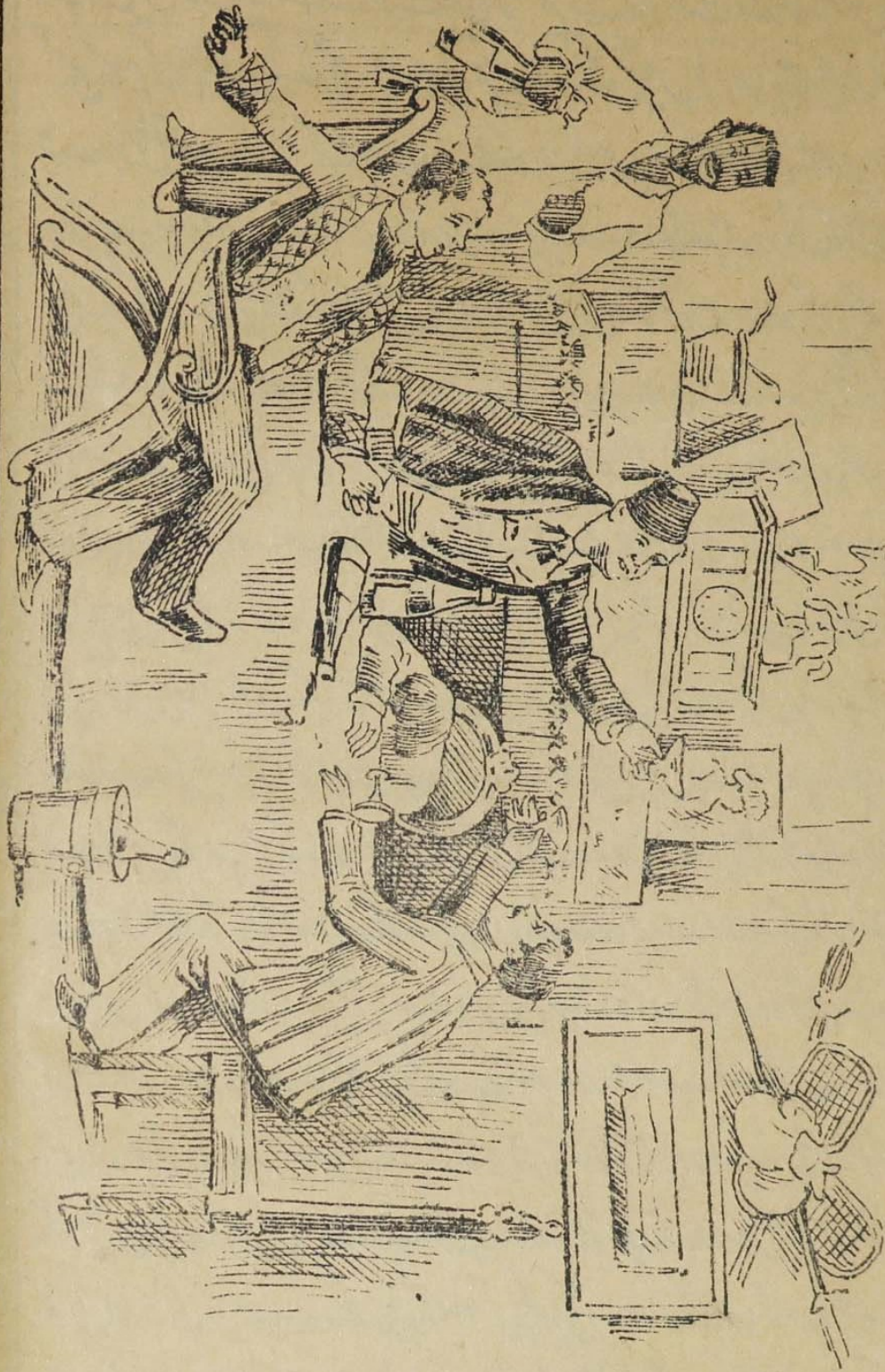
(دولتمند لڑکے کی شرابخوری)

میں پھینکدیتا ہے - اگر پولیس اِن بے جا حرکتوں سے اُن کو روکے تو یہ پولیس والوں کو ٹھونک بجا کر رکھدیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ امیرزادہ مع ساتھیونکے

حوالات میں دے دیا جاتا ہے ؎
رئیسوں کے چشم و چراغ اور لڑکے اپنے ہمنشینوں سے کہتے ہیں کہ "اگر ہم عیش و عشرت میں بسر نہ کریں۔ تو پھر ہمارے متموّل ہونے کا کیا فائدہ؟" جسے دوسرے الفاظ میں یوں کہ سکتے ہیں کہ اگر تم اپنے آپ کو بیوقوف نہ بناؤ تو پھر تمہارے دولتمند ہونے سے کیا فائدہ؟ رئیس زادے روپے کے خرچ کرنے میں اندھے ہوتے ہیں۔ کیونکہ جن نوجوانوں کو آباؤ اجداد کا کمایا ہؤا روپیہ مفت میں بلا دردِسر ہاتھ لگ جاتا ہے۔ وہ اِس موروثی دولت و حشمت کو بے قدری سے جلد کھو بیٹھتے ہیں۔ امریکہ میں غُربا کی اولاد دوسری یا تیسری نسل میں متموّل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ زمانۂ افلاس کا تجربہ اُن کو دولت کی قدر اور روپیہ کمانے اور اُس کو محفوظ رکھنے کا ڈھنگ بتا دیتا ہے۔ اُنکی بدولت وہ دوسری یا تیسری نسل میں آسودہ حال اور امیر ہو جاتے ہیں۔ آسودہ حال ہونے پر جب اُن کے بچوں کی ناز و نعمت سے پرورش ہوتی ہے۔ تو یہ نازپروردہ بچے دولت کی قدر بھول جاتے ہیں اور بیہودہ ردی سے صرف کرنے کی وجہ سے جلد افلاس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ غریب ہونے کے بعد پھر اُنکی دوسری یا تیسری نسل رفتہ رفتہ معراج دولت پر پہنچ جاتی ہے۔ امرا کے لڑکوں کے تہیدست اور غریب زادوں کے متموّل ہونے کا یہی راز ہے۔ جس کو ہم ابھی تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ امیر زادے جو دوسروں کے حالات سے سبق لیتے ہیں۔ اور دنیا کے دریائے ناپیدا کنار میں جہازِ زندگی کو اُن مخفی پہاڑیوں اور چٹانوں سے بچاتے ہیں۔ جو اِس قدر جانوں کے اتلاف کا باعث ہو چکی ہیں ؎

باب ششم

انسان پیشہ کا موجد ہے۔ اوپر کی منزل میں گنجائش امید اجتماع قوت۔ باقاعدگی ہر وقت باخبر رہو۔ کام کیطرف توجہ کرنا

انگلستان میں پیشہ انسان کا موجد ہے۔ جہاں کلوں اور مشینوں پر کام کرنے والے اور محنت پیشہ طبقے کے ممبر جنٹلمین (یعنی شریف آدمی) متصور نہیں ہوتے۔ جب مجھے پہلی مرتبہ ملکہ وکٹوریہ کے حضور میں باریابی کی عزت حاصل ہوئی۔ تو ڈیوک آف ولنگٹن نے مجھ سے پوچھا تھا۔ کہ "ٹام تھمب کا والد کیا کام کرتا تھا؟" میں نے جواب دیا۔ "بنجاری - اس پر حضور ملکہ معظمہ بولیں کہ "اوہ میں نے سنا تھا کہ وہ ایک جنٹلمین تھا" ÷

+ مصنف اضلاع متحدہ امریکہ کا باشندہ ہے۔ اور وہ انسان کی ذاتی عزت کے بارے میں انگلستان اور امریکہ کے خیالات کے تفاوت بتلاتا ہے۔ مصنف مسٹر بارنم عجائبات قدرت کا ایک مشہور نمائش کرنے والا تھا۔ اور اُس نے ایک بہت چھوٹا بونا دکھلا کر ہزاروں روپیہ کمایا تھا۔ یہ اُسی کا ذکر ہے۔ مترجم +
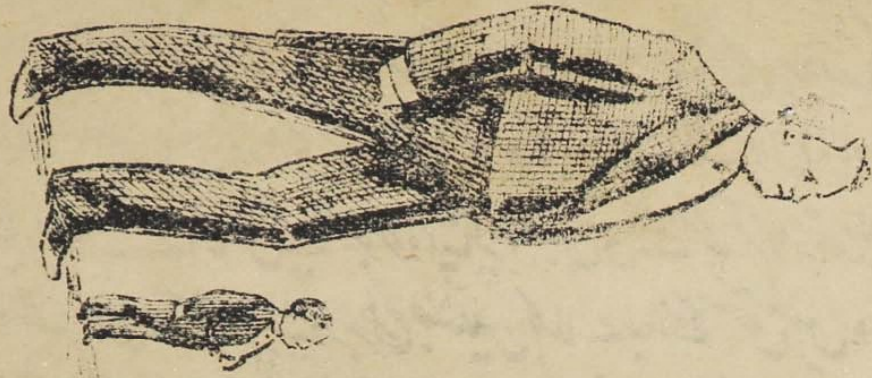
امریکہ میں بخلاف انگلستان کے انسان پیشہ کا موجد ہے۔ خواہ وہ آہنگر ہو یا کفش دوز۔ خواہ مہاجن ہو یا قانون دان یا کوئی اور۔ اگر وہ جائز پیشہ رکھتا ہے تو بہر نوع جنٹلمین کہلانے کا مستحق ہے۔ جائز پیشے کو دوہری برکت کہنا بیجا نہیں۔ کیونکہ ایک تو اِس سے ان لوگوں کی بسراوقات ہوتی ہے۔ جو اس سے روٹی

کماتے ہیں۔ اور دوسرا اُور دں کو اِس سے فائدہ پہنچتا ہے۔ کسان صرف اپنے کنبے ہی کو نہیں پالتا۔ بلکہ وہ سوداگروں اور اہل حرفہ کی بھی پرورش کرتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس درزی جن کا گزارہ سلائی پر ہے۔ کسانوں۔ پادریوں اور دیگر طبقات کے اشخاص کیلئے۔ جو خود اپنا کپڑا نہیں سی سکتے کچھ کم کارآمد نہیں ہیں غرضیکہ اِس قسم کے تمام پیشہ ور ہر طرح جنٹلمین کہلائے جانیکے مستحق ہیں ؛

ہر شخص کی سب سے بڑی کوشش اور آرزو یہ ہونی چاہئیے کہ وہ اپنے دیگر ہم پیشوں پر فوقیت لے جائے ؛

(اُوپر کی منزل میں ہنوز گنجائش ہے)
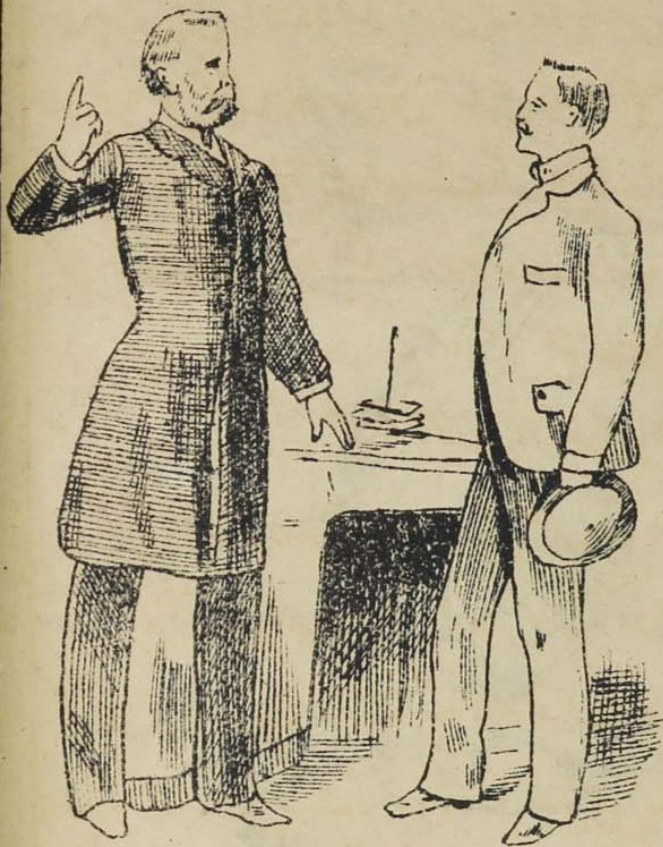
ایک کالج کے طالبعلم نے جو عنقریب گریجوایٹ ہونے والا تھا۔ ایک معمر اور تجربہ کار وکیل سے دریافت کیا کہ میں نے اب تک اس امر کا فیصلہ نہیں کیا کہ مجھے آیندہ کیا پیشہ اختیار کرنا چاہئیے۔ کیا آپکا پیشہ بالکل پُر ہو گیا ہے اور اُس میں کسی جدید قانون دان کے داخل ہونے کی گنجائش نہیں رہی ؟" بوڑھے وکیل نے جواب دیا کہ "فی الواقع قصر وکالت کے نیچے کا حصہ کھچا کھچ بھرا ہوا ہے لیکن اوپر کی منزل میں ہنوز گنجائش باقی ہے"۔ یعنی معمولی وکلا کی ضرورت نہیں۔ ہاں

لائق قانون دان کے لئے یہ صیغہ ہر وقت کھُلا ہوا ہے +

پس یاد رکھنا چاہئے کہ ہر ایک پیشے اور ہر قسم کی تجارت اور دستکاری کی بالائی منزل میں ہمیشہ کافی گنجائش ہوتی ہے۔ ہوشیار اور تجربہ کار ڈاکٹروں تیز فہم و مستدین سوداگروں اور مہاجنوں۔ اعلیٰ درجے کے روشن خیال وکلا۔ ذی ہنر کفش دوزوں۔ نجّاروں اور لائق و چابکدست پیشہ وروں کا ملک ہمیشہ محتاج رہتا ہے جن کا دامن امید اپنے اشغال میں ید طولےٰ رکھنے کیوجہ سے جلد گوہر مراد سے بھر جاتا ہے اہل امریکہ بحیثیت قوم انتہا درجے کے ظاہر بیں ہیں۔ اور وہ جلد متموّل ہونا چاہتے ہیں۔ اسلئے وہ اپنے کاروبار اور فرائض کو کماحقہٗ سرگرمی و تندہی سے انجام نہیں دیتے۔ جو شخص کسی فن میں دوسروں پر فوقیت لیجائے اگر وہ نیک اور دیانتدار ہے تو اُسے کثیر التعداد مربی ملجائینگے اور وہ جلد دولت حاصل کرے گا۔ کیونکہ تموّل فوقیت اور نیک اطواری کا لازمی نتیجہ ہے پس تمہارا اصول "فوقیت حاصل کرنا" ہونا چاہئے۔ کیونکہ فوقیت اور ترجیح یافتہ اشخاص کی لغات میں

ناکامی کا لفظ ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتا +

ہر شخص کو اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کو کوئی ہنر یا پیشہ ضرور سکھلانا چاہئے* کیونکہ اِس انقلاب دولت کے زمانے میں کہ آج امیر ہیں تو کل غریب مآل اندیشی کا اقتضا یہ ہے کہ اگر زمانہ ناہنجار کبھی اُن کو ہدف ادبار مصیبت بنائے۔ تو یہ سیکھے ہوئے پیشہ اور ہنر کی بدولت اپنا پیٹ پال سکیں۔ اور کڑوے کسیلے دن بسر

* یورپ کے اکثر سلاطین کے گھرانوں میں یہ دستور عام ہے کہ شہزادوں اور شہزادیوں کو کوئی نکوئی پیشہ ضرور سکھلایا جاتا ہے۔ چنانچہ موجودہ شہنشاہ جرمنی جلد بندی کا کام خوب جانتے ہیں۔ اِنکے والد پیر سیمینی کا کام جانتے تھے۔ حضور ملکہ معظمہ کے پوتے پرنس وکٹر اور پرنس جارج دونوں جہازرانی ملاحوں کی طرح سیکھے تھے۔ کئی شہزادے اور شہزادیاں ڈاکٹر ہیں اور کئی دوسرے پیشوں میں ماہر ہیں +

کرنے کے قابل ہو جائیں۔ اِس امر کو ملحوظ رکھنے سے بہت سے اشخاص
اس فلاکت و تہیدستی سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ جو انقلاب دولت اور ذرائع
آمدنی کے منقطع ہو جانے سے دفعتاً اُن کو آدباتی ہے ۔

امید

انسان امید رکھ سکتا ہے۔ مگر اُسے بالکل شیخ چلّی ہی نہیں بن جانا
چاہئے۔ اکثر آدمی اِس وجہ سے ہمیشہ غریب رہتے ہیں کہ وہ شب و روز شیخ
چلّی کی طرح خیالی پلاؤ پکاتے رہتے ہیں۔ ہر تجویز اور منصوبے میں انھیں
یقینی کامیابی نظر آتی ہے۔ اِس لئے وہ ایک کام کو چھوڑ کر فوراً دوسرے
شغل میں مصروف ہو جاتے ہیں جلد جلد پیشے تبدیل کرنے سے یہ
کبھی سرسبز اور فارغ البال نہیں ہو سکتے جیسے کہ مشہور ہے۔ "دو کہ بر
سنگِ گرداں نروید نبات"۔

انڈے سینے سے پہلے بچے شمار کرنا
انتہا درجے کی حماقت ہے۔

اجتماعِ طاقت

اپنی طاقتوں کو ہرگز منتشر اور منقسم نہ
ہونے دو۔ ایک پیشے کو لو اور اُس میں اُسوقت
تک دل و جان سے مصروف رہو جب
تک کہ تم کامیاب نہ ہو جاؤ۔ یا کامل تجربہ
تمہیں اس پیشے کے چھوڑ دینے پر مجبور کرے
اگر میخ پر بار بار ہتھوڑا مارا جائے تو وہ ضرور
اندر گھس جائے گی۔ اور اُس کی گرفت
مضبوط اور مستحکم ہوگی۔

(شیخ چلّی کے مرید)
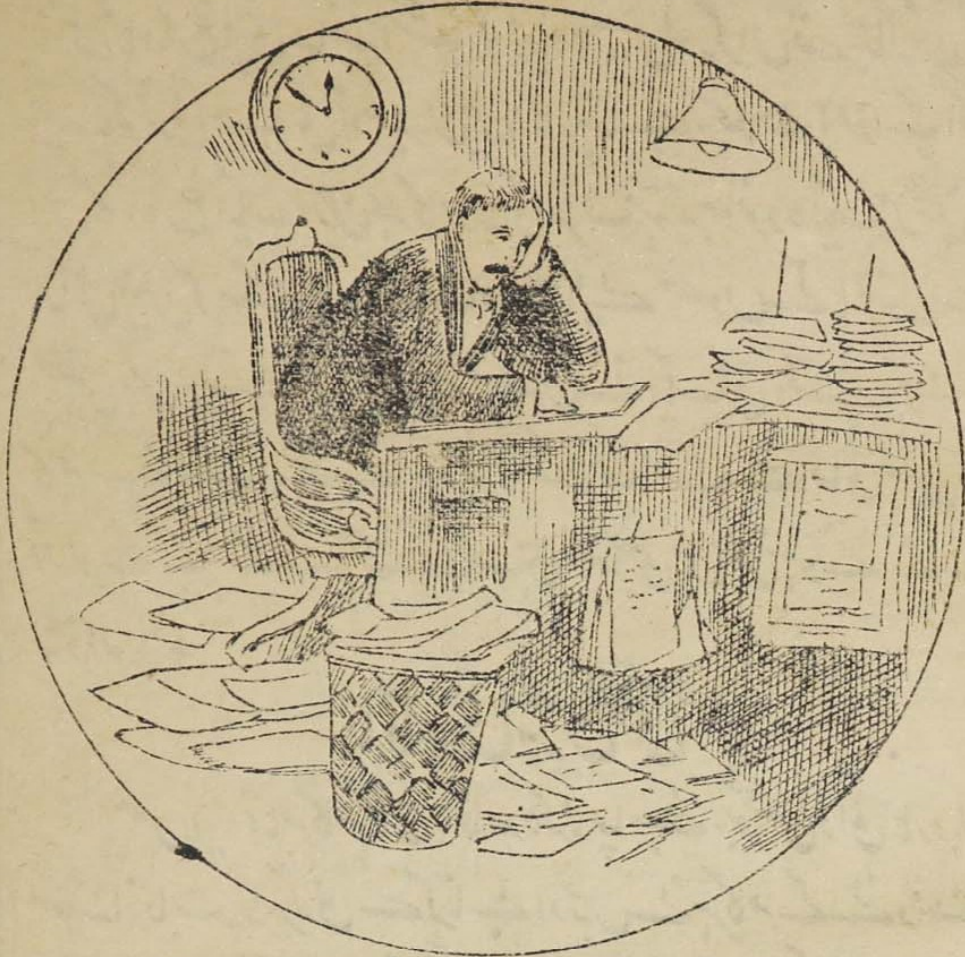
بہت سے کام ایک وقت میں شروع کر رکھے ہیں اسلیے پریشان ہے،
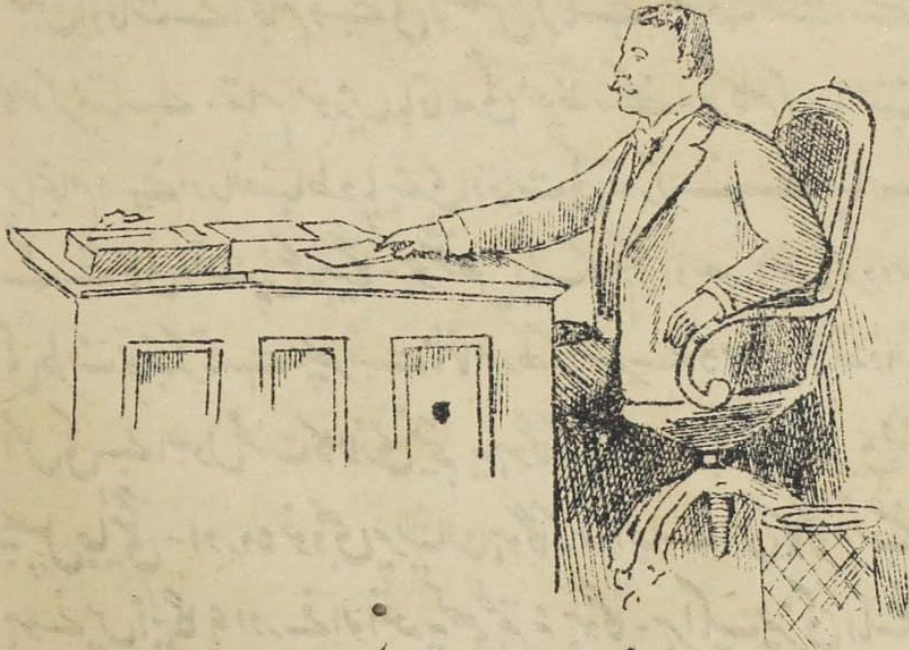
کیسا چوکس بیٹھا ہے۔ کیونکہ ایک کام پوری توجہ سے کرتا ہے۔
جب کسی شخص کی غیر منقسم طاقت اور توجہ ایک ہی کام پر لگی رہتی ہے۔

تو اُس کا دماغ اپنی ساختہ اشیاء کو زیادہ نفیس اور گراں قدر بنا کر اُن کی قیمت کو ترقی دینے کی اُدھیڑ بن میں لگا رہتا ہے۔ بخلاف اِس کے اگر اُس کا دماغ ایک درجن بھر کاموں کی طرف متوجہ ہو تو وہ ایک میں بھی کمال حاصل نہیں کر سکتا۔ بسا اوقات دولت ایسے شخصوں کے ہاتھوں سے محض اس وجہ سے نکل گئی ہے کہ انھوں نے ایک ہی وقت میں بہت سے کام اپنے ذمّے رکھے تھے۔ یہ پُرانا مقولہ صداقت سے خالی نہیں۔ کہ "لوہے کے بہت سے ٹکڑے ایک ہی دفعہ بھٹی میں سُرخ ہونے کے لئے نہ ڈالو"+

باقاعدگی اور عین الوقتی

ہمیں اپنا تمام کام کاج باقاعدہ کرنا چاہئے۔ جو شخص ذاتی کاروبار معیّنہ اوقات پر سرگرمی سے کرتا ہے اور جس نے ہر کام کے لئے وقت مقرر کر رکھا ہے۔ وہ بہ نسبت اُس شخص کے جو اپنا کاروبار بلا کسی اصول اور تعیّن اوقات کے انجام دینے کی کوشش کرتا ہے۔ نصف محنت سے دُگنا کام کر لیتا ہے۔ تمام امور میں باقاعدگی ملحوظ رکھنے۔ ہر کام کو ساعت معیّنہ پر انجام دینے اور انضباط و پابندی اوقات کی قدر کرنے سے تمہارے آرام کے لئے کافی وقت بچ رہیگا۔ جو شخص ایک کام کو ادھورا چھوڑ کر دوسرے کی طرف توجہ کرتا ہے۔ پھر اُسے ناتمام رکھ کر تیسرے کام میں ہاتھ ڈالتا ہے اُس کی بے اصول محنت کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام کاروبار میں ابتری و خرابی پھیل جائیگی۔ اور وہ خود بھی پریشان ہوگا کہ خدا جانے اس کا کام کب ختم ہونے میں آئیگا؟ اور فی الواقعہ یہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ ہر ایک چیز کی ایک خاص حد ہوتی ہے۔ پس انسان کو ہر وقت اعتدال ملحوظ رکھنا لازم ہے۔ لہذا باقاعدگی پر بھی غیر معمولی اور حد سے بڑھ کر زور نہیں دینا چاہئے۔ اِس بارے میں

خیر الامور اوساطہا پر عمل کرنا موزوں ہے +

پہلے پہل جب نیو یارک میں آسٹر ہوس کھولا گیا - تو تمام ملک میں بلاشبہ یہ بہترین اور اعلیٰ درجے کا ہوٹل تھا - اِس کے مالک یورپ میں رہ کر وہاں کے ہوٹلوں کا رنگ ڈھنگ اچھی طرح دیکھ چکے تھے - اور اِس تجربہ کے بعد اُنھوں نے اپنا ہوٹل قائم کیا - مگر اس کے مہتمم نے ہوٹل کے ہر صیغہ میں سخت و ناقابل برداشت قواعد جاری کر رکھے تھے - اور بڑی سختی سے اُنکی پابندی کروائی جاتی تھی - مہتمم اپنی اِس غیر معتدل باقاعدگی پر نازاں تھا - رات کے بارہ بجتے ہی مہتمم مہمانوں کی موجودگی میں حکم دیتا - "جان! وہ گھنٹی بجا دو"۔ اِس گھنٹی کے بجتے ہی دو منٹ کے اندر ساٹھ نوکر پانی کے ڈول ہاتھوں میں لئے ہوئے دیوانہ وار سرعت سے گرتے پڑتے ہال میں پہنچ جاتے - مہتمم اس بوکھلاہٹ کے بعد مہمانوں سے بکمال فخر و ناز گھنٹی کی طرف اشارہ کر کے کہتا - "صاحبو! یہ آتشزدگی کے حادثہ سے ملازموں کو مطلع کرنے کی گھنٹی ہے - اِس سے ظاہر ہو سکتا ہے کہ ہم سب یہاں کیسے محفوظ ہیں - اور ہمیں آتشزدگی سے نقصان کا ذرا بھی اندیشہ نہیں - ہم ہر کام کو باقاعدہ انجام دیتے ہیں"۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے کہ ابھی کرو ٹن کی آبرسانی کا سسٹم شہر میں رائج نہ ہوا تھا - ایک موقعے پر جبکہ ہوٹل مہمانوں کی کثرت سے بھرا ہوا تھا - اتفاق سے ایک ویٹر (خادم) اچانک بیمار ہو گیا - گو ہوٹل میں پچاس ویٹر موجود تھے - مگر باضابطہ مہتمم نے علیل خادم کی جگہ جدید ویٹر کا مقرر کرنا ضروری تصور کیا - ورنہ اُس کی باقاعدگی میں خلل ہونے کا اندیشہ تھا اور اُس کا عجیب سسٹم ٹوٹتا تھا - میز پر کھانا چنے جانے سے پہلے وہ نیچے اُترا اور آئرلینڈ کے ایک مزدور کو دیکھ کر اُس نے کہا کہ ”پیٹ! تم منہ ہاتھ دھو کر اور سفید رومال لے کر پانچ منٹ کے اندر کھانے کے کمرے میں پہنچ جاؤ“۔

پٹ جب حسب الحکم اُس کمرے میں حاضر ہوا - تو مہتمم نے کہا کہ "تم ان دو کرسیوں کے عقب میں کھڑے ہو جاؤ - اور اُن شرفا کا انتظار کرو جو اِن کرسیوں پر آکر بیٹھینگے - کیا تم نے کبھی اِس سے پہلے خدمتگار کا کام کیا ہے؟" وہ بولا کہ "اگرچہ مجھے قبل ازیں خدمتگار کے فرائض انجام دینے کا اتفاق نہیں ہوا - تاہم میں اِن فرائض سے بخوبی آگاہ ہوں" - یہ جواب ویسا ہی تھا جیسا ایک آئرش مانجھی نے جہاز کے کپتان کو دیا تھا - جب کہ اُس نے اُسکی ناتجربہ کاری سے مشوش ہو کر اُس سے پوچھا کہ "کیا تم جانتے ہو کہ تم کیا کر رہے ہو؟" مانجھی نے اثبات میں جواب دے کر کہا تھا "میں اِس سمندر کے تمام چٹانوں سے واقف ہوں" - اِتنے میں جہاز ایک چٹان سے ٹکرایا - اور مانجھی نے گھبرا کر کپتان سے کہا کہ "اوہو! یہ بھی انھیں میں سے ایک چٹان ہے" ؎
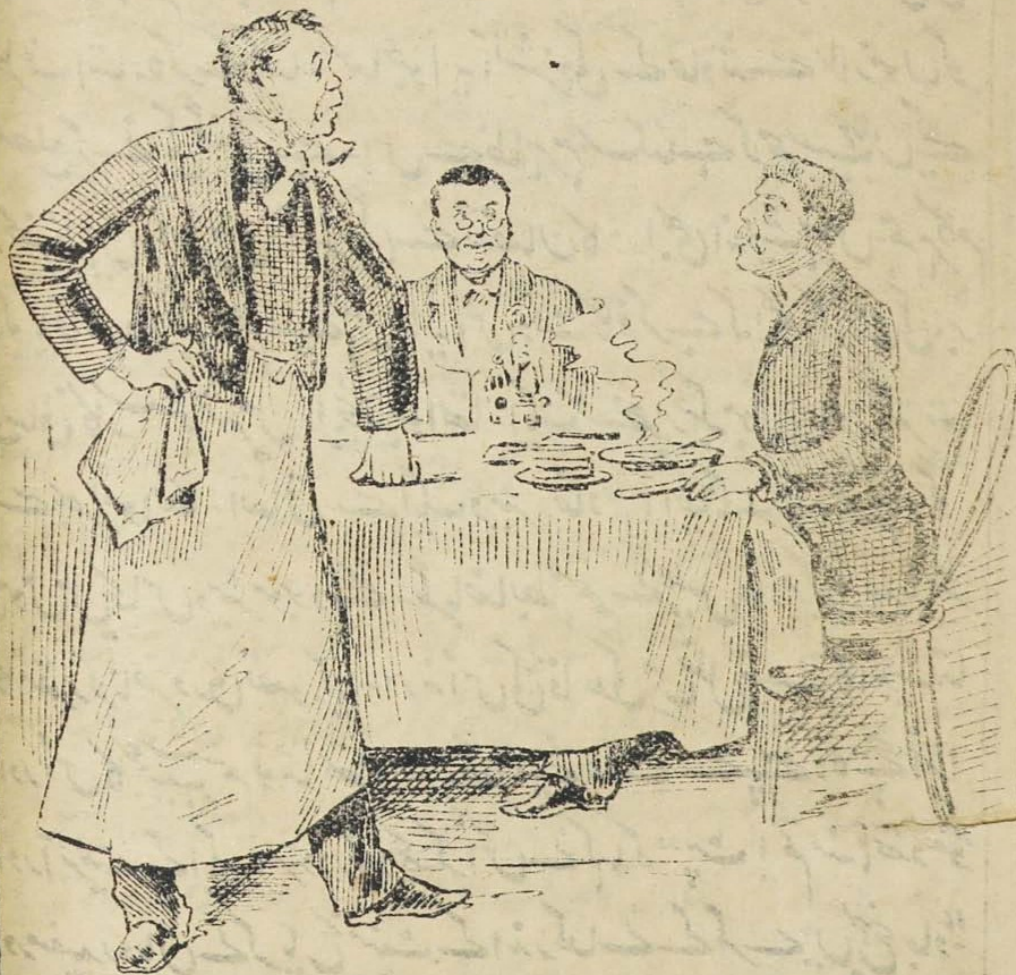
اب ہم پھر آسٹر ہوس کے کھانا کھانے کے کمرے کی طرف عود کرتے ہیں مہتمم نے پٹ سے کہا کہ تمہیں یہاں اپنا کام باقاعدگی سے انجام دینا چاہئے پہلے مہمانوں کو شوربے کی رکابیاں دو۔ تب وہ شوربا تناول کر چکیں تو ان سے پوچھو کہ اب وہ کونسا کھانا منگوانا چاہتے ہیں۔ پٹ نے کہا "جناب آپ اطمینان رکھیں میں باقاعدگی کے قواعد سے بخوبی آگاہ ہوں" تھوڑی دیر کے بعد دو جنٹلمین ان کرسیوں پر آ کر بیٹھے۔ پٹ نے اُن کے سامنے شوربے کی رکابیاں رکھیں۔ ایک مہمان تو شوربا پی گیا۔ مگر دوسرے نے اس سے رغبت ظاہر نہ کی۔ اور اُس نے خدمتگار کو کہا کہ "یہ شوربا لیجاؤ۔ اور میرے واسطے کچھ بھونی ہوئی مچھلی لاؤ" پٹ کو فوراً باقاعدگی کی ہدائت یاد آ گئی۔ اور اس نے جنٹلمین سے کہا کہ "جب تک آپ یہ شوربا نہ پی لیں مچھلی نہیں مل سکتی"۔

غرضیکہ یہ باقاعدگی کو حد اعتدال سے بڑھا دینا ہے۔ جو بعض اوقات نہائت ناگوار گزرتی ہے۔

ہر وقت خبردار رہنا

ہمیشہ ایک نہ ایک معزز اور موقر اخبار کے خریدار بنے رہو۔ تاکہ حالات دنیا سے تم ہر وقت مطلع اور باخبر رہ سکو۔ جو شخص اخبار نہیں خریدتا وہ گویا دنیا سے علیحدہ زندگی بسر کرتا ہے۔ اس تار برقی اور دخانی انجن کے زمانے میں جب کہ آئے دن تجارت کے بڑے بڑے صیغوں میں اہم ایجادیں اور اصلاحیں ہوتی رہتی ہیں۔ جو شخص اخبارات نہیں دیکھتا۔ وہ گویا خود اپنے کاروبار اور پیشہ کا دشمن ہے۔

— بلبلہ پھوٹتا ہے —
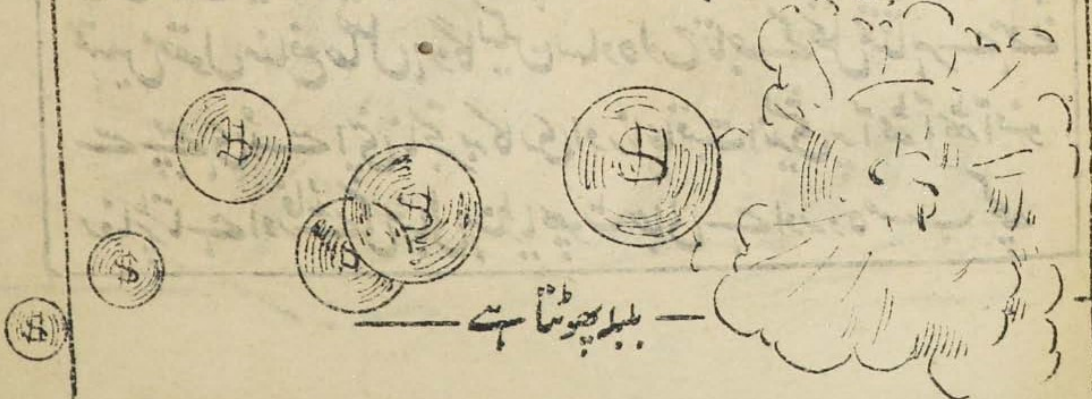
کام کی طرف توجہ کرنا

بعض اوقات ایسے آدمی بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔ جو دولت و تموّل حاصل کرنے کے بعد دفعتاً غریب اور مفلس ہو گئے ہیں۔ بہت سی حالتوں میں اُن کا افلاس مے نوشی بے اعتدالی۔ قمار بازی۔ شرطیں لگانے اور دیگر ایسی ہی بُری عادتوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک شخص نے کسی کام میں اپنی دیانتداری اور سرگرمی سے معقول روپیہ کمایا۔ مگر دوستوں کے بہکانے سے اُس نے بیس ہزار ڈالر ایک ایسے کام میں لگا دئے جس میں اسے کچھ تجربہ نہ تھا۔ خود غرض احباب نے اُسے یہ کہ کر بے وقوف بنایا کہ تم پیدائشی خوش قسمت ہو۔ تم اگر مٹی کو بھی چھوؤ تو وہ بھی سونا ہو جائیگی۔ فلاں کام میں بیس ہزار ڈالر لگانے سے ساٹھ ہزار ڈالر وصول ہو سکتے ہیں۔ اگر اُسے اس امر کا خیال نہ آیا کہ یہ روپیہ میری گاڑھی محنت تجربہ اور راستبازی کا کمایا ہوا ہے تو وہ بھی اُن کے فریب میں آجاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اِس کام میں بیس ہزار ڈالر لگا دوں گا چونکہ میں خوش قسمت ہوں اسلئے ضرور اس کے معاوضہ میں مجھے ساٹھ ہزار ہی ملینگے +

چند روز کے بعد اِس کام میں مزید دس ہزار ڈالر لگانے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اِس کو بھی زیادہ عرصہ گذرنے نہیں پاتا کہ دوست اور احباب کہتے ہیں کہ بعض غیر معلوم وجوہات کے باعث سے جن کا پہلے خیال نہیں آیا اور بیس ہزار ڈالر خرچ کرنا لازمی ہوگا اور اس تمام سرمایہ پر تمہیں معقول منافع حاصل ہوگا لیکن سادہ لوح تاجر کے نخل تمنا ہرے ہونے سے پہلے ہی اُسے اپنی ناتجربہ کاری اور ناعاقبت اندیشی پر آٹھ آٹھ آنسو رونا پڑتا ہے اور فائدے کی خیالی ہنڈیا پھوٹ جاتی ہے اور وہ سب کچھ

کھو بیٹھتا ہے اُس وقت اُسے معلوم ہوتا ہے کہ اُس سے کیسی حماقت سرزد ہوئی۔ ایک شخص جس نے کسی خاص پیشہ میں اپنی واقفیت کیوجہ سے خاطر خواہ کامیابی حاصل کی ہے اگر وہ اُسے چھوڑ کر کسی ایسے نئے کام میں سرمایہ لگائے کہ جس کا اُسے برائے نام بھی تجربہ نہ ہو تو اس کیحالت بعینہ طاقت در شمعون کی مانند ہوگی جسنے اپنے سر کے بالوں کیوجہ سے فوق العادت قوت حاصل کی تھی مگر جب بال کٹ گئے تو اُس کی قوت بھی زائل ہوگئی اور وہ عام آدمیوں کے مساوی ہو گیا اسی طرح اگر وہ تاجر اس امر کو پیشتر سوچ لیتا اور نئے کام میں جس کا اُسے کچھ علم نہ تھا اندھا دھند روپیہ لگانے سے احتراز کرتا تو کبھی برباد نہ ہوتا۔

(شمعون کے بال کٹ گئے ہیں)

اگر کوئی شخص بکثرت روپیہ رکھتا ہو تو وہ ایسے مختلف کاروبار میں روپیہ لگا سکتا ہے کہ جن میں اپنی کامیابی اور عوام الناس کی بہبودی یقینی ہو لیکن یہ روپیہ مقدار میں کم اور معتدل ہونا چاہئیے ایسی حماقت کبھی سرزد نہ ہونی چاہئیے کہ ایک خاص پیشہ کا کمایا ہوا روپیہ کسی ایسے جدید کام میں تمام و کمال صرف کر دیا جائے کہ جس میں سرمایہ لگانے والے کو درا صل کچھ بھی تجربہ نہ ہو ؛

میرا خیال تو یہ ہے کہ کوئی شخص کبھی کسی شخص کا خواہ وہ اُس کا باپ ہو یا بھائی ؛ معقول ضمانت لئے بغیر کبھی قرضہ میں ضامن نہ ہو۔ مثلاً ایک تاجر بیس ہزار ڈالر کا مالک ہے اور اُس کا کاروبار تجارت خوب چمکا ہوا ہے اور تم کچھ روپیہ کما کر دنیا کے دھندوں سے سبکدوش ہو کر گوشہ عافیت میں بیٹھے ہو۔ ایک روز اُس تاجر نے تم سے آکر کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ میں بیس ہزار ڈالر کی حیثیت رکھتا ہوں۔ اور ایک حبہ کا بھی مقروض نہیں۔ اگر اِس وقت میرے پاس پانچ ہزار ڈالر نقد موجود ہوتے۔ تو میں کچھ منفعت بخش اسباب جو بالفعل زیر فروخت ہے۔ خرید کر فائدہ اٹھاتا۔ کیا آپ براہ مہربانی اِس قدر قرضہ کے لئے میرے رقعہ کی تصدیق کر سکتے ہیں ؟ تم نے خیال کر کے کہ وہ بلاشبہ ایک متموّل شخص ہے۔ بلا تامل اُس کے نوٹ پر دستخط کر دیئے بس وہ اِس نوٹ کے ذریعہ سے بنک سے روپیہ لے آیا۔ اور چند روز کے بعد تاجر نے تمہارا بہت کچھ شکریہ ادا کیا کہ آپ کی توجّہ سے مجھے اِس تجارت میں معقول فائدہ ہوا۔ اور قرض کا روپیہ دیکر میں نوٹ منسوخ کروا لایا ہوں۔ اِس کے ساتھ ہی اُسنے وہ نوٹ منسوخ شدہ بھی دکھلا دیا۔ تم نے بنک

باپ سے ضمانت لینا بھی ایک مغربی خیال ہے جس کا عکس ہندوستان میں ابھی تک نہیں پڑا ہوگا۔ مگر تاہم تجارتی امور میں چوکس رہنے کے لئے یہ بہت عمدہ نصیحت ہے۔ مترجم ؛

قسمتی سے بجائے خود یہ سمجھ لیا کہ تمہارا کام نہایت مستحسن تھا۔ جس سے ایک دوست کو مفت میں معقول نفع حاصل ہوا۔ اس کے بعد یہی امر بار بار واقع ہوگا۔ تاجر مذکور تھوڑے تھوڑے دنوں کے بعد اگر تم سے قرض کے رقعوں پر دستخط کروا کے لیجائے گا۔ اور چونکہ تم ابتدا کے تجربے میں اس کارروائی کو بےضرر تصوّر کر چکے ہو۔ نیز تاجر کے تموّل و راستبازی پر بھی تمہیں کامل اعتماد ہے اس لئے تمہیں ان رقعوں کی تصدیق میں کبھی تامل نہ ہوگا۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ تاجر مذکور کو تمہارے دستخط کے ذریعہ سے بنک سے روپیہ باسانی حاصل ہو جانے کیوجہ سے روپئے کی اصلی قدر و وقعت بھول جائے گی۔ اُسے بڑی بڑی رقوم کے حاصل کرنے کے لئے صرف اتنی تکلیف کرنی ہوگی۔ کہ تمہارا نوٹ لے کر بنک میں جائے۔ اور وہاں سے نوٹوں یا روپے سے لدا ہوا باہر نکلے۔ فرض کیجئے کہ اُسے ایک نئے کام پر جسکا اُسے کچھ بھی تجربہ نہیں دس ہزار اشرفیاں لگانے پر اس قدر عرصے ہیں کہ بنک میں رقعہ کا روپیہ واجب الادا ہو۔ معقول فائدہ حاصل ہونے کی اُمید ہے۔ اُس نے اس قدر رقم تمہاری ضمانت پر بنک سے قرض لے لی۔ اتنا ہی روپیہ پھر دوسری مرتبہ قرض لینا پڑا لیکن آخر میں بدقسمتی سے اس کام میں صریحاً نقصان عائد ہوا۔ اور اُس کے ساتھ ہی تاجر کا اپنا اور قرض کا تمام روپیہ بھی ڈوب گیا۔ مگر وہ اس نقصان کو تم سے ہر طرح پوشیدہ رکھیگا۔ اور خیالی امید پر تمہاری ضمانت پر بنک سے روپیہ لے لے کر اس میں برابر لگاتا جائے گا تاکہ شاید اب کے فائدہ ہو۔ اور پہلے نقصان کی کسر نکل جائے۔ اُس کے سر پر ناکامی کا بھوت سوار ہو جائیگا۔ جو ہر مرتبہ ناکامی پر مزید روپیہ لگانے کی تحریک کرتا رہیگا۔ اور وہ تمہارے ذریعہ سے روپیہ وصول کر کے اتھاہ کنوئیں میں ڈالتا جائیگا۔ آخرکار تمہیں معلوم ہوگا۔ کہ تمہارا دوست بالکل تباہ ہوگیا ہے۔ اور اُس کے ساتھ ہی اُس نے تم کو

مفلس و قلاش بنا دیا ہے۔ اُس وقت تمہاری یہ شکائت بیجا ہوگی کہ میرے دوست نے مجھے برباد کر دیا۔ کیونکہ اگر تم ابتدا ہی اُس کے قرض کے ضامن ہونے سے پہلے اُس سے معقول ضمانت لے لیتے۔ تو اُسے بھی یوں مفت کا روپیہ ضائع کرنے کا حوصلہ نہ ہوتا۔ پس اُس نے نہیں بلکہ تم نے اپنے دوست کو ڈبو دیا +
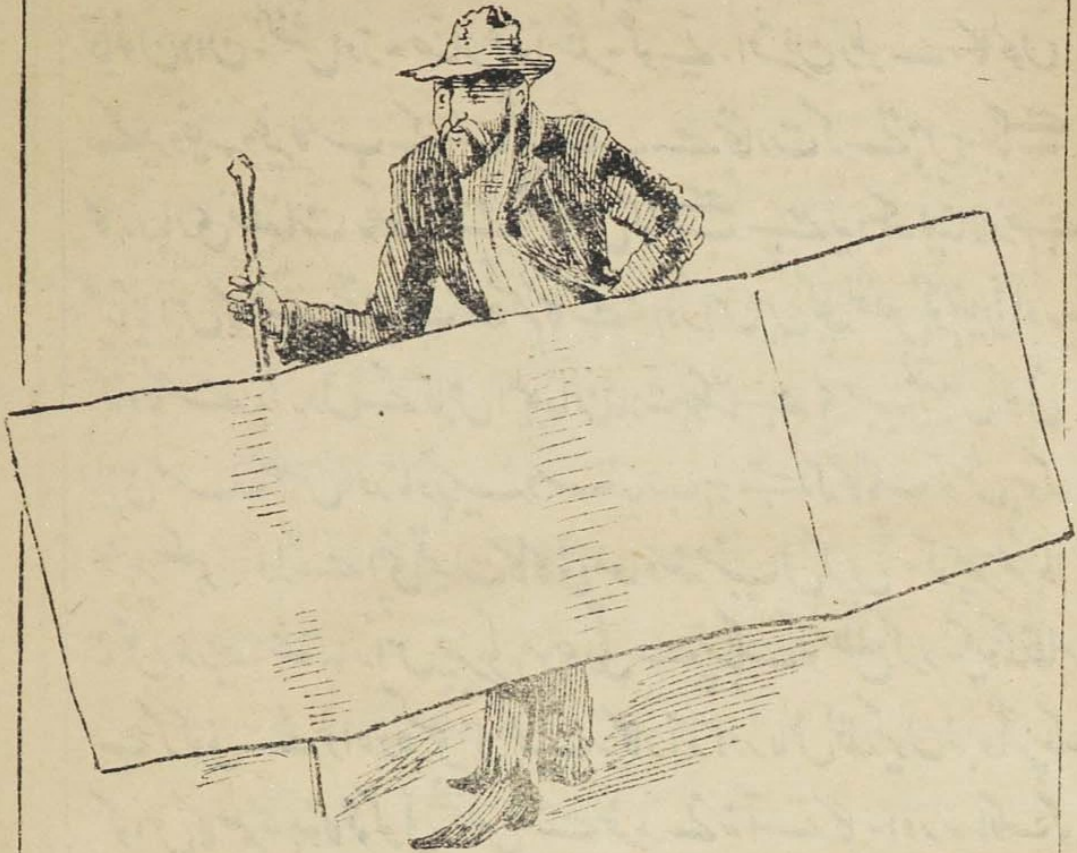
برباد شدہ آدمی

جو روپیہ آسانی سے کسی کو مل جاتا ہے اُس کی اُسے قدر نہیں ہوتی۔ اور اُس روپے کو وہ بلا تامل خطرناک کاموں میں لگا دیتا ہے حضرت سلیمان کا یہ قول بجا ہے کہ "ضمانت سے متنفر شخص فارغ البال رہتا ہے" +

پس جو نوجوان کاروبار شروع کرتے ہیں۔ انہیں روپے کو کما کر اُسکی قدر و قیمت معلوم کرنی لازم ہے۔ اِس کی قدر جاننے پر وہ اپنی تجارت کو

بخوبی فروغ دینے کے قابل ہوسکینگے - اور یاد رکھو کہ آسانی سے حاصل کئے ہوئے روپے سے کبھی کامیابی نہیں ہوسکتی - پہلا ڈالر تم سخت محنت اور عرقریزی سے کماؤ - تاکہ اُس سے تمہیں روپے کی اصلی قدر و قیمت معلوم ہو +

کلید شہرت

ہر شخص اپنے گزارے کے لئے کم وبیش عوام کی معاونت کا محتاج ہے - قانون دان - کفش دوز - صناع - آہنگر - گویے - افسران ریلوے - کالجوں کے پروفیسر وغیرہ سب کے سب گویا پبلک سے تجارت کرتے ہیں - پبلک سے کاروباری تعلقات رکھنے والے اشخاص کو سب سے پہلے یہ دیکھ لینا لازم ہے کہ آیا اس کا اسباب تجارت عمدہ قسم کا ہے؟ اور اس میں کچھ نقص تو نہیں؟ اور یہ کہ وہ خریداروں کے قابل اطمینان ثابت ہوسکتا ہے؟ جب تمہیں کوئی ایسی عمدہ نفیس اور نادر چیز دستیاب ہو جسے کہ گاہک خوش ہو کر خرید سکیں اور اُسے اپنی قیمت کا کافی معاوضہ خیال کریں - تو پھر تم بلا تامل بذریعہ اشتہار اُس چیز کی موجودگی سے پبلک کو مطلع کرو - کیونکہ ظاہر ہے کہ کوئی شے خواہ وہ کیسی ہی عجیب - کارآمد اور قابل قدر کیوں نہ ہو اگر پبلک کو اس کا علم نہ ہوگا تو کوئی شخص اُسے خریدنے نہ آئے گا - اور نہ مالک کو کسی طرح کا فائدہ ہوگا - امریکہ اور انگلستان جیسے ممالک میں جہاں تقریباً ہر شخص لکھ پڑھ سکتا ہے - کہ دو ہزار سے پانچ لاکھ تک اشاعت رکھنے والے اخبارات شائع ہوتے ہیں اگر عوام کے کانوں تک پہنچنے کے لئے اس گراں بہا ذریعہ سے فائدہ نہ اٹھایا جائے - تو اس سے بڑھ کر اور کیا بدقسمتی ہوگی؟ اخبارات کو گھروں میں صاحب خانہ سے لے کر چھوٹے بچوں تک غرضکہ سارے کا سارا کنبہ مطالعہ کرتا ہے - اِس طرح جب کہ تم اپنے کاروبار میں مصروف ہوگے تمہارا اشتہار سینکڑوں اور ہزاروں کی نگاہ سے گذر جائیگا

بہت سے اشخاص تمہارے اشتہار کو ایسے وقت میں پڑھینگے جبکہ تم رات کو دنیا و مافیہا سے بیخبر خواب راحت کے لطف اڑا رہے ہوئے ۔ زندگی کی تمام فلاسفی اِن چار لفظوں میں بند ہے ۔ "بوؤ پھر کاٹو"۔ کسانوں کا بھی یہی حال ہے ۔ پہلے لوگ درخت لگاتے ہیں ۔ اناج بوتے ہیں ۔ رفتہ رفتہ وقت آنے پر اپنی محنت کا پھل کاٹتے ہیں ۔ کبھی ایسا نہیں ہوگا کہ بونے سے پہلے کاٹنے کا خیال اُن کے دلوں میں پیدا ہوا ہو ۔ یہی اصول ہر قسم کے کاروبار پر حاوی ہے ۔ اشیائے نفیسہ کے مالک کے لئے اِس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں کہ پہلے اشتہارات کے ذریعے سے تخم منفعت کو بوئے ۔ پھر ثمر مراد سے جیب و دامن کو مالامال کرے ۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ چیز فی الحقیقت عمدہ ہو ۔ اور خریداروں کو خوش اور محظوظ کرسکے ۔ ورنہ ناقص اشیا پبلک کو زیادہ عرصے تک دھوکا نہیں دے سکتیں ۔ کاٹھ کی ہنڈیا ضرور ایک ہی مرتبہ چڑھتی ہے ۔ پبلک اِس سے کہیں زیادہ دانا اور عقلمند ہے ۔ جسقدر کہ اُسے خیال کیا جاتا ہے ۔ طبعاً ہر متنفس خود غرض ہے ۔ ہم سب وہیں اشیا خریدنا پسند کرتے ہیں ۔ جہاں ہمیں روپے کا زیادہ سے زیادہ مال مل سکے ۔ اور ہم ہمیشہ یہ معلوم کرنے کے خواہاں رہتے ہیں ۔ کہ اشیائے مطلوبہ کہاں ارزاں ترین اور عمدہ دستیاب ہوسکتی ہیں ؛

ناقص اشیا کی خریداری پر پبلک کو صرف ایک ہی مرتبہ رغبت دلائی جاسکتی ہے ۔ تجربہ کے بعد لوگ تمہیں مکار اور دغاباز خیال کرینگے ۔ اور تمہاری تجارت کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے معدوم ہو جائے گا ۔ اتفاقیہ خریداری پر کبھی گذارہ نہیں ہوسکتا ۔ کیونکہ بقائے تجارت کے لئے ضروری ہے کہ خریدار خوش ہوکر بار بار فرمائشیں بھیجیں ۔ اور اِس طرح تمہاری دکان کی ترقی و فروغ کا باعث ہوں ۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے مجھ سے شکایت کیطور پر کہا کہ بنے

ایک نہائت مفید اور کار آمد چیز کا اشتہار دیا تھا۔ مگر اُس میں مجھے مطلق کامیابی
نہیں ہوئی۔ میں نے کہا کہ قاعدہ کلیہ کے مُستثنیات بھی ہوتے ہیں۔ ممکن ہے
کہ تمہاری ناکامی بھی اِسی استثنا کی وجہ سے ہو۔ لیکن صاحب آپ نے
شہرت کا کونسا طریقہ اختیار کیا تھا؟ سوداگر نے کہا "میں نے ایک ہفتہ وار
اخبار میں تین مرتبہ اشتہار چھپوایا۔ اور ڈیڑھ ڈالر اُس کی اُجرت ادا کی" میں نے
جواب دیا کہ "تشہیر اور تعلیم کی حالت یکساں ہے۔ جس طرح تھوڑی سی تعلیم
خطرناک ہوتی ہے۔ اُسی طرح ایک آدھ مرتبہ اشتہار کا چھپوا دینا بھی موجب
نقصان ہے" ایک فرنچ مضمون نگار کا مقولہ ہے کہ "ناظرین اخبار کسی چیز
کے پہلے اشتہار پر نگاہ بھی نہیں ڈالتے۔ دوسری مرتبہ اُسے دیکھتے ہیں۔ مگر
پڑھتے نہیں۔ چوتھی اشاعت پر وہ اس اشتہار کا اپنی بیوی سے ذکر کرتے
ہیں چھٹی اشاعت اُن کو خریدنے پر آمادہ کرتی ہے۔ اور اشتہار کی ساتویں
اشاعت پر وہ اُسے خریدتے ہیں"۔ اشتہار دینے سے یہ غرض ہوتی ہے
کہ پبلک کو معلوم ہو جائے کہ تم کونسی چیز بیچنا چاہتے ہو۔ اگر عوام الناس کی
کامل آگاہی تک تم اِس اشتہار کو جاری نہ رکھ سکو۔ تو جو روپیہ تم نے چند مرتبہ
اخبارات میں اشتہارات نکلوانے پر صرف کیا ہے۔ وہ سب رائگاں جائیگا
اس بارے میں اُس شخص کی تمثیل پر غور کرنا چاہئے جس نے ایک جنٹلمین
سے کہا تھا کہ اگر آپ دس سینٹ عنائت کریں تو میرا ایک ڈالر بچ سکتا ہے
جنٹلمین نے متحیر ہو کر پوچھا کہ کس طرح؟ اُس نے جواب دیا کہ آج صبح
میں گھر سے ایک ڈالر لے کر اس ارادے سے نکلا تھا کہ خوب مے نوشی کروں گا۔
مگر افسوس کہ ایک ڈالر کی شراب پی کر مجھے کامل سرور نہیں ہوا۔ پورا نشہ

+ سنٹ اور ڈالر امریکہ کے سکے ہیں۔ ڈالر دو سے تین روپے تک ہندوستان
کے نرخ تبادلہ سکہ کے حساب سے قیمت پاتا ہے۔ اور ڈالر میں سو سنٹ ہوتے ہیں +

حاصل کرنے کیواسطے ہنوز دس سنٹ کی شراب کی اور ضرورت ہے ورنہ
میرا ایک ڈالر ضائع ہوجائیگا +

علیٰ ہذا القیاس تمہیں بھی اُس وقت تک اشتہار چھپواتے رہنا چاہئے
جب تک کہ پبلک کو یہ معلوم نہ ہوجائے کہ تم کون ہو؟ اور کیا بیچتے ہو؟
ورنہ تمہاری تجارت اور ناکافی اشتہارات کی اُجرت وغیرہ رائگان
جائے گی +

بعض اشخاص کو عجیب طرز اور وضع کے اشتہارات دینے میں خاص
ملکہ ہوتا ہے۔ جنپر نظر پڑتے ہی بے اختیار اُن کے پڑھنے کو جی چاہتا
ہے۔ فے الواقع اِس قسم کا سلیقہ شہرت حاصل کرنے کے لئے نہایت مفید
ثابت ہوا ہے۔ بعض سوداگر نرالے ڈھنگ وضع قطع کے سائن بورڈ
اپنی دکانوں پر لگا دیتے ہیں۔ حال میں ایک دکان کا عجیب و غریب سائن بورڈ
میری نگاہوں سے گزرا۔ جس کے ایک جانب جلی حروف میں لکھا تھا کہ
"دوسری طرف مت پڑھو"
لیکن میں اِس کا دوسرا رُخ پڑھنے
سے باز نہ رہ سکا۔ اور یہی اور لوگوں کا
بھی حال تھا میں نے بعد میں سُنا
کہ سوداگر مذکور نے پہلے تو اپنے
عجیب و غریب سائن بورڈ کے ذریعے
سے پبلک کی توجہ اپنے کارو
بار کی طرف مائل کی۔ اور بعد میں
خریداروں سے باخلاق و
شائستگی پیش آنے سے اُن کو ہمیشہ کے لئے اپنا گاہک بنالیا۔ اِن
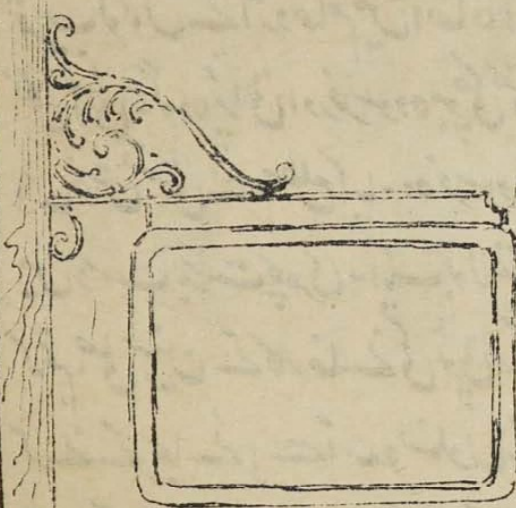
وسائل سے اُس کی دُکان ایسی چلی کہ اُس کا شمار شہر کے مشہور تاجروں میں ہونے لگا +

جنین نامی کلاہ ساز نے جینی لینڈ نامی نہائت خوش گلو عورت کے جلسہ موسیقی کا پہلا ٹکٹ سوا دو سو ڈالر کو نیلام میں خریدا - نیلام مٹے نے جب ایک دو تین کہہ کر بولی ختم کی - تو اُس نے خریدار کا نام پوچھا - جواب ملا "جنین کلاہ ساز" قریب و بعید کے ہزاروں معززین و شرفا اس وقت موجود تھے - سبھوں نے ایک دوسرے سے حیرت سے پوچھا کہ یہ جنین کلاہ ساز کون ہے؟ دوسرے روز بذریعہ تار اخبارات میں اس نیلام کی کیفیت چھپ گئی - جنکو پچاس لاکھ سے لے کر کروڑ اشخاص تک نے پڑھا کہ جلسہ مذکور کے ٹکٹوں کی فروخت سے تقریباً بیس ہزار ڈالر وصول ہوئے - اور پہلا ٹکٹ جنین کلاہ ساز نے سوا دو سو ڈالر پر خریدا - جن لاکھوں آدمیوں کی نگاہوں سے یہ خبر گزری - ہر ایک نے اپنی ٹوپی کو اتار کر دیکھا کہ یہ جنین کی دُکان کی تو نہیں؟ قصبہ ایٹووا کے ڈاک خانے کے قریب لوگوں کے اژدحام میں اتفاقاً ایک شخص کی ٹوپی جنین کی ساخت کی نکل آئی - گو وہ پُرانی اور فرسودہ ہو چکی تھی - تاہم اُس نے فخریہ لوگوں کو اپنی اس خوش قسمتی سے مطلع کیا - وہ فرسودہ ٹوپی جو چار پیسے کی بھی نہ تھی - لوگوں میں دست بدست پھری - ایک بولا تمہاری خوش نصیبی واقعی قابل رشک ہے کہ تم اصلی جنین کے کارخانے کی ٹوپی رکھتے ہو - دوسرے نے کہا کہ استعمال کرنے کے بجائے اِسے آئندہ نسلوں کے واسطے بطور ایک نایاب ورثہ کے بحفاظت تمام رکھ چھوڑو - تیسرا جو اِس ٹوپی کے مالک کو رشک کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا - بولا کہ اِسے نیلام کر دیجئے - دیکھیں حاضرین میں سے اِسے کون خریدتا ہے مالک نے ایسا ہی کیا - اور وہ پُرانی ٹوپی نو ڈالر پچاس سنٹ پر بک گئی - مسٹر جنین کو سوا دو سو ڈالر پر پہلا ٹکٹ خریدنے سے یہ فائدہ حاصل ہوا - کہ قبل ازیں

جسقدر ٹوپیاں فروخت کیا کرتا تھا۔ پہلے دو سالوں میں اُس سے دس ہزار زیادہ بکچیں
اور دس میں سے خریداروں نے محض اپنا شوق پورا کرنے لئے یہ ٹوپیاں مول
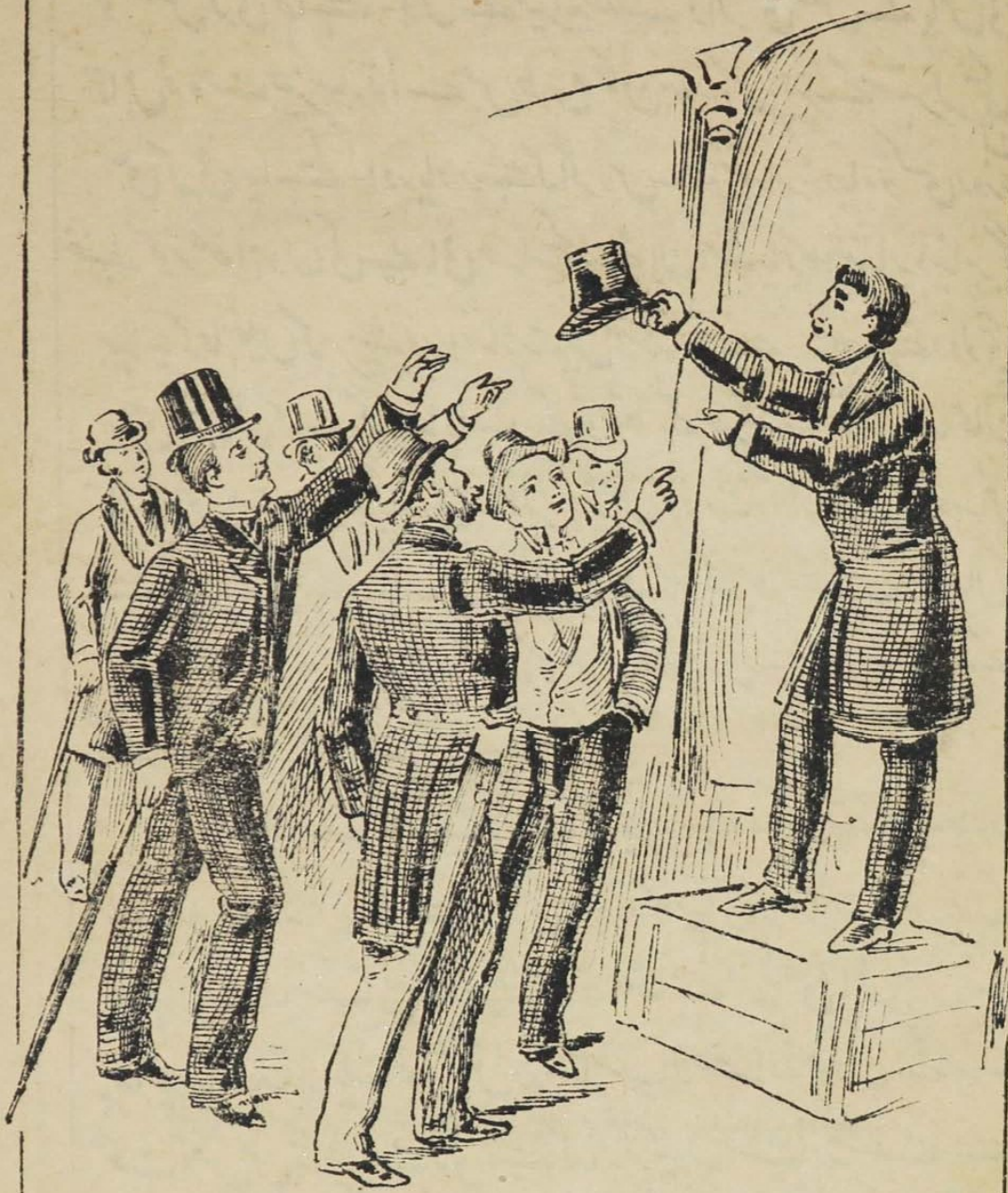
(اصلی جنین کے کارخانے کی ٹوپی نیلام ہوتی ہے)

لی تھیں۔ مگر جنین نے اِن کی قیمتوں کا معقول معاوضہ دینے سے اُن
کو اپنا مستقل گاہک بنالیا۔ غرضکہ ابتدا میں اِس عجیب طریقے سے اُس
نے پبلک کی توجہ اپنی تجارت کی طرف مبذول کرائی۔ چونکہ اِس کی

ٹوپیاں عمدہ اور ارزاں تھیں۔ اس لئے لوگوں نے بار بار خریدیں ٭

میں یہ نہیں کہتا کہ ہر شخص کو مسٹر جینن کی طرح شہرت حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس سے میرا یہ مطلب کہ اگر کسی شخص کے پاس کوئی قابل فروخت چیز ہو۔ تو اُسے جس طرح ممکن ہو۔ اُس چیز کے مشتہر کرنیکی سعی کرنی چاہئے۔ اور یاد رہے کہ اگر اُس نے اشتہار نہ دیا۔ تو کسی روز عدالت خفیفہ کو قرضخواہوں کی بے باقی حساب کے لئے اِن اشیاء کا اشتہار دینا پڑیگا

میرا یہ مُدعا نہیں کہ ہر پیشہ ور اخبارات میں اشتہار دے یا چھاپنے والونکی سیاہی استعمال کرے۔ گو اخبارات کے توسط کے بغیر شہرت حاصل کرنا محال ہے تاہم بعض پیشہ ور مثلاً پادری۔ ڈاکٹر اور بعض اوقات وکلاء وغیرہ دیگر وسائل سے زیادہ عمدگی سے پبلک میں اپنی قابلیت کا ڈنکا بجا سکتے ہیں۔ بہر حال کسی نہ کسی پیرایہ میں پبلک کو ان کا علم ہونا ضروری ہے۔ ورنہ اِن کے گزارے کی کیا صورت ہو سکتی ہے ؟

فنِ شہرت کے متعلق مجھے بہت کچھ تجربہ ہے۔ نہ صرف چھاپنے والوں کی سیاہی سے کہ جس کے لئے میں اپنی موجودہ کامیابی کا نہائت مشکور ہوں۔ بلکہ ہر ایک مناسب موقع سے میں نے فائدہ اٹھانے میں کبھی تامل نہیں کیا۔ چنانچہ ایک روز ایک قوی ہیکل اور متناسب الاعضاء نوجوان نے میرے ٹکٹ آفس میں آکر خیرات مانگی۔ میں نے کہا کہ تم کیوں محنت اور مشقت سے روٹی نہیں پیدا کرتے ؟ وہ بولا کہ کیا کروں کوئی کام نہیں ملتا۔ اگر ایک ڈالر اجرت پر بھی کوئی کام مل جائے تو اسے نعمت غیر مترقبہ سمجھونگا۔ میں نے اُسے ڈالر کی چوتھائی دے کر کہا کہ جاؤ اور اس سے ناشتہ کر آؤ۔ میں ایک آسان کام کے واسطے ڈیڑھ ڈالر یومیہ پر تمہیں ملازم رکھ لونگا۔ جب وہ ناشتہ کر کے واپس آیا تو میں نے معمولی پانچ اینٹیں اُس کے ہاتھ میں دے کر کہا کہ ایک

اینٹ براڈوے اور ان سٹریٹ کے گوشے پر۔ دوسری امیریکن عجائب گاہ کے قریب۔ تیسری براڈوے اور بیری سٹریٹ کے کونے پر۔ چوتھی اینٹ سینٹ پال گرجا کے بالمقابل پیدل چلنے والوں کی سڑک پر رکھ کر پانچویں اینٹ ہاتھ میں لئے ہوئے پہلی اینٹ کے مقام پر جاؤ۔ اور ہاتھ کی اینٹ کو اُس اینٹ سے جو وہاں رکھی ہوئی ہے تبدیل کر کے پھر دوسری اینٹ کے مقام پر جاؤ۔ اسی طرح چاروں اینٹوں کو ہاتھ کی اینٹ سے تبدیل کرو۔ مگر اس اثنا میں تمہیں بالکل صُمٌّ بُکمٌ رہنا چاہئیے ۔

مزدور:۔ "لیکن اس خشت گردانی سے آپ کا کیا مطلب ہے ؟"

میں:۔ "تمہیں کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ تمہارے لئے صرف اتنا جاننا کافی ہے کہ تمہیں اس کام میں پندرہ سنٹ فی گھنٹہ اُجرت ملیگی۔ لیکن اس فرض کو عمدگی سے انجام دینے کے لئے ہمہ تن اپنے کام میں مصروف ہو جاؤ۔ کسی شخص کے سوال کا جواب نہ دو۔ نہ کسی سے بولو۔ اور نہ کسی جانب نظر اٹھا کر دیکھو۔ سنٹ پال چرچ کی گھڑی کے ہر گھنٹہ کے بعد ایک اینٹ ہاتھ میں لئے ہوئے اس عجائب گھر میں آؤ۔ اور یہ ٹکٹ دکھلا کر اندر چلے جاؤ۔ اور کمال سنجیدگی اور وقار سے عجائب گاہ کے ہر ایک کمرے میں چکر لگا کر پھر باہر نکل کر خشت گردانی کے کام میں مصروف ہو جاؤ۔

مزدور نے ان ہدایتوں کو گوش ہوش سے سنکر اپنا کام سنبھالا۔ ابھی نصف گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ کم سے کم پانچ سو زن و مرد کی نگاہیں اس کی عجیب حرکات پر پڑنے لگیں۔ مزدور کا فوجی انداز سے تول تول کر قدم رکھنا اس کا عجوبہ کا سا متین اور سنجیدہ چہرہ عوام کی توجہ کو جذب مقناطیسی سے اپنی طرف کھینچنے کے لئے کافی طاقت رکھتا تھا۔ اس پُر اسرار کارروائی کی نسبت سوالوں کی اس کثرت سے بوچھاڑ ہونے لگی۔ کہ اگر کوئی اور شخص
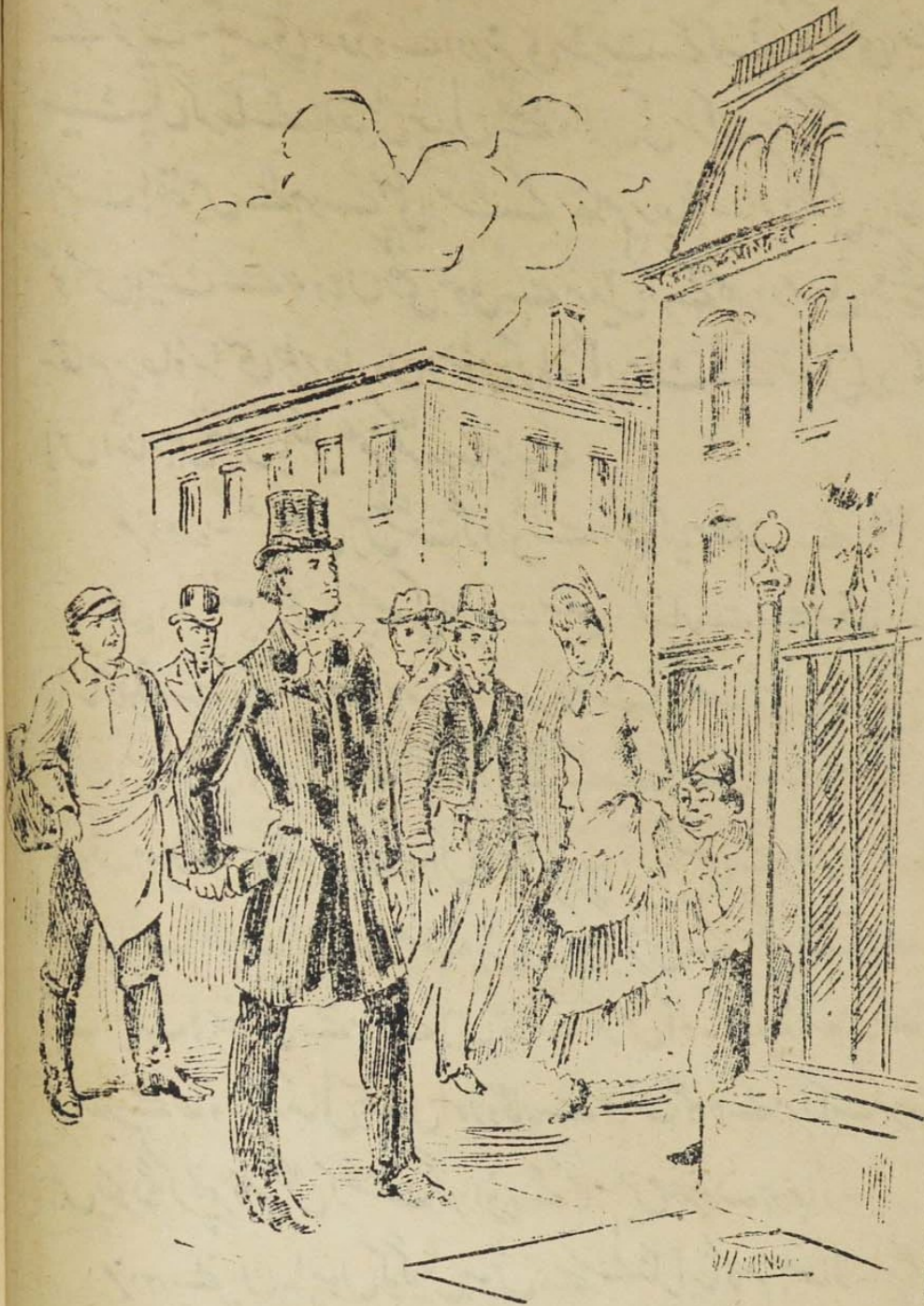
(خشت گردانی کا عجیب اشتہار)

ہوتا تو گھبرا جاتا۔ مگر وہ صم بکم بنا ہوا اپنے کام میں دل وجان سے مشغول تھا۔ ایک گھنٹہ کے بعد یہ راستہ تمام و کمال تماشائیوں سے بھر گیا۔ جو اس معمّہ کو حل کرنا چاہتے تھے۔ مزدور حسب ہدایت گھڑی کے بجتے ہی میرے عجائب گاہ میں داخل ہوا۔ اور پندرہ منٹ ہال میں گردش کرنے کے بعد باہر نکل آیا۔

اور پھر اپنی گشت میں مصروف ہوگیا۔ مگر ہر گھنٹے کے بعد جب وہ عجائبگاہ میں داخل ہوتا۔ تو کم وبیش ایک درجن آدمی ٹکٹ خرید کر اس کی عجیب حرکات کا راز معلوم کرنے کے لئے عجائب گاہ میں جاتے۔ کئی روز تک یہ تماشا جاری رہا اور راز جو حضرات نے ٹکٹوں کی قیمت سے مجھے مزدور کی روزانہ اجرت سے بہت زیادہ آمدنی ہوئی۔ آخر کار ایک پولیسمین نے جسے میں نے اس راز سے آگاہ کر دیا تھا۔ ایک روز مجھ سے شکائت کی کہ بغلی راستوں پر مزدور کی حرکات دیکھنے کے لئے لوگوں کا اس قدر ہجوم ہو جاتا ہے۔ کہ آنے جانے والوں کی آمد و رفت مسدود ہو جاتی ہے۔ اور یہ معاملہ اس قدر اہم ہو گیا ہے کہ مجھے خشت گردان شخص کو فوراً اس ڈیوٹی سے واپس طلب کر لینا چاہئے۔ اس خفیف سے واقعہ سے لوگوں کو بہت کچھ دلچسپی پیدا ہوئی۔ اور عوام میں میرے عجائب گاہ کا خوب چرچا ہوا۔ اور یہ امور میری شہرت اور کامیابی کا باعث ہوئے۔

ایک ایکٹر جس کا نام لارڈ تھا۔ نامور اور تاریخی لوگوں مثلاً بیگر بڈی، ٹیمپل آلڈر بوتھ، کیپٹن، ہیملٹن وغیرہ کے لب لہجہ اور حرکات کی نقل کرنے میں کمال رکھتا تھا۔ میں نے پہلے پرائیویٹ طور پر اس کا امتحان لیا۔ اور اسے اپنے فن میں کامل پا کر ملازم رکھ لیا۔ تین راتوں میں پے در پے اس نے ناظرین کو اپنی نقلوں سے خوب محظوظ کیا۔ چوتھی شام اس نے شراب پی لی تھی۔ اور ایسا بد مست ہوا کہ عجائب گاہ میں داخل ہونے کے وقت اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ حالانکہ نصف گھنٹہ کے بعد اسے سٹیج پر نمودار ہونا تھا۔ ایک شخص کار کی اعانت سے میں مخمور لارڈ کو کشاں کشاں جیمبر سٹریٹ تک لے گیا۔ اور پھر اسے پارک کے نشیبی گوشے کی طرف واپس لایا۔ تاکہ اس کے ہوش و حواس درست ہو جائیں۔ یہاں اس کا سر پمپ کے نیچے رکھ کر اسے خوب غوطے دئے۔ جس کا عمدہ نتیجہ نکلا۔ بعدہٗ اسے پارک کے گرد چکر دے کر عجائب

کے ذریعے سے اُسکے سر پر اچھی طرح پانی گرایا گیا۔ اسکے بعد اُس...... نے مجھے یقین دلایا کہ اُس کا نشہ ہرن ہوگیا ہے۔ اور یہ کہ وہ سٹیج پر اپنا پارٹ عمدگی سے ادا کرسکے گا۔ مینے غصّہ سے کہا کہ اگر تو نے کسی نازیبا حرکت سے ناظرین کو پریشان یا بے لطف کیا تو یاد رکھنا کہ میں تمہیں کھڑکی سے باہر پھینک دوں گا۔ اُس نے جواب دیا کہ آپ اطمینان رکھیں۔ اب میں ہوش وحواس میں ہوں۔ غرضکہ میں اُسے سٹیج پر لے گیا۔ اور بکمال اضطراب سے اُس کی حس وحرکت کی نگرانی کرنے لگا۔ اُس نے اِن الفاظ سے اپنا کھیل شروع کیا:۔

"لیڈیز جنٹلمین! میں مشہور ومعروف پُرحسرت ڈرامانویس مسٹر بوکتھ کی نقل کرکے دکھاتا ہوں"۔

اِس کی آواز بھاری اور گفتگو غیر مسلسل اور بے جوڑ تھی۔ اِس نے نقل شروع کی اور حاضرین کی طرف سے نفرت یا حقارت کی کوئی علامت ظاہر نہ ہوئی۔ اِسپر مجھے توقع ہوچلی کہ وہ اپنا فرض بخوبی انجام دے سکیگا۔ اور ناظرین پر اُسکے مخمور ہونے کا راز فاش نہ ہوگا۔ لیکن ہنوز اُسنے مسٹر بوکتھ کی آدھی نقل بھی نہیں کی تھی کہ سامعین کو راز معلوم ہوگیا۔ اور ہر طرف سے نفرت کی آوازیں آنے لگیں۔ اِس شور پر لارڈ کچھ چونکا۔ اور اُسنے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن جیسا کہ اکثر شرابیوں کا حال دیکھنے میں آیا ہے مرد ہوشیار ہونیکی سعی میں اُس کی حالت اور بھی بگڑ گئی۔ جسپر نفرین کی آوازیں تیز ہوگئیں مجھ میں زیادہ برداشت کی طاقت نہ رہی۔ میں فوراً کود کر سٹیج پر پہنچا۔ اور مخمور نقال کو گلے سے پکڑ کر پیچھے دھکیل دیا۔ میں نے حاضرین سے معذرت چاہی اور وعدہ کیا کہ اِسے آئندہ کبھی اِس سٹیج پر نمودار ہونے کا موقع نہیں دیا جائیگا۔ قریب تھا کہ میں اُسے گھسیٹتا ہوا لیجاؤں۔ کہ وہ آگے بڑھ کر بولا۔ "لیڈیز

جنٹلمین! مسٹر بوتھ اکثر نشہ کی حالت میں سٹیج پر منودار ہوا کرتا تھا۔ پس اُسکی سچی نقل دکھلانے کے لئے مجھے بھی اپنے آپ کو مخمور ظاہر کرنا ضروری تھا"
حاضرین پر اس کا فریب چلگیا۔ وہ سمجھے کہ لارڈ سپیچ کر رہا ہے۔ اور انہوں نے اِسے نقل جاری رکھنے کی اجازت دی۔ لارڈ نے بتایا کہ مسٹر بوتھ کس طرح بطور رچرڈ۔ شائلاک۔ سر گائلز وغیرہ کے سٹیج پر منودار ہوا کرتا تھا۔ اور آخر اِس نقل پر اُس نے حاضرین کی دلی تحسین و آفرین حاصل کی لیکن جب وہ فارسٹ اور ہملٹن کی نقل کرنے لگا۔ جن کو وہ ضرورتاً مخمور ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ تو حاضرین زیادہ عرصے تک دھوکہ میں نہ رہے۔ اور اُنھوں نے پھر نفرین کے نعروں کے شور سے تمام تھیٹر سر پر اُٹھا لیا۔ اور میں لارڈ کو سٹیج پر سے ہٹا لینے پر مجبور ہوا۔ اور پھر کبھی اُسے سٹیج پر نہ آنے دیا +

میں چاہتا تھا لوگوں میں میرے عجائب گاہ کی شہرت ہو۔ اور ہر فرد بشر کی زبان پر یہی الفاظ ہوں کہ صرف پچیس سنٹ خرچ کرنے پر بارنم کے عجائب گاہ میں جو عجیب و غریب دل بہلاؤ کے سامان نظر آ سکتے ہیں۔ وہ دنیا میں اِس قدر کم صرف پر کہیں دیکھنے میں نہیں آ سکتے" میرے لئے اِس سے بہتر کوئی اشتہار نہیں ہو سکتا تھا جو حیرت انگیز چیزیں مستقل طور پر عجائب گاہ میں رکھی ہوئی تھیں۔ اُن کے علاوہ وقتاً فوقتاً نوادرات زمانہ کی نمائش سے بھی میں پبلک کو محظوظ کیا کرتا تھا۔ مثلاً گینڈا۔ زرافہ۔ ریچھ۔ اورنگ اوٹنگ (ایک قسم کا بن مانس)، بڑے بڑے سانپ اور دیگر عجیب و غریب جانور جن کو ہمت یا روپیہ بہم پہنچا سکتے تھے۔ لوگوں کو دکھلایا کرتا تھا۔ جب میں اِس امریکن عجائب گاہ کا مالک ہو گیا۔ تو صرف اِسپر "امریکن میوزیم" کا ایک سائن بورڈ لگا ہوا تھا۔ عجائب گاہ اور اِس کے گرد و نواح میں کسی قسم کی چہل پہل اور رونق کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اور نہ پبلک کو یہ معلوم تھا کہ عجائب گاہ میں

کون کون سی چیزیں رکھی ہیں ۔ اس کا بیرونی رُخ بیجان ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا
اور اس کے اندر جانوروں کے چمڑے گھاس پھونس سے بھرے ہوئے رکھے
تھے ۔ میںنے اخبارات میں عجائب گاہ کے متعلق کئی کئی کالموں کے اشتہارات
دیئے ۔ جنپر لوگوں کی آنکھیں کھلیں ۔ اور وہ اُس شخص کو حیرت سے دیکھنے لگے
جو گو صرف بندروں کے بھرے ہوئے چمڑوں کی نمائش کرتا ہے ۔ تاہم وہ
صدہا ڈالر اشتہارات پر خرچ کرنے کی مقدرت رکھتا ہے ۔ جب اُنھیں
عجائب گاہ کی نئی نئی چیزوں کے دیکھنے کا موقع ملا ۔ تو فی الواقع کمال محظوظ
ہوئے ۔ اور تعریف کرتے ہوئے گھروں کو سدھارے ۔ اور انہوں نے
اپنے دوستوں اور ہمسائیوں سے یہاں کے عجیب و غریب نظاروں کا ذکر
کرکے انھیں اس عجائب گاہ کی سیر کا مشتاق بنایا ۔

شہرت کا ایک اَور ذریعہ جو بجائے خود کچھ کم موثر نہیں عَلَم اور پھریرے
ہیں ۔ جو میرے عجائب گاہ کی عمارت پر لہرا رہے تھے ۔ اور اس کے بیرونی
حصے کو رونق و زینت دے رہے تھے ۔ علاوہ بریں میںنے باجہ نوازوں کا
ایک دستہ بھی عجائب گاہ کے بالاخانے پر باجہ بجانے کے لئے ملازم رکھ لیا ۔
اور عوام کے لئے مفت باجہ سُننے کا اعلان دے دیا تھا ۔ لوگ کہتے تھے
کہ بارنم بلاشبہ بڑا فیاض آدمی ہے ۔ جسنے اہل ملک کی تفریح کے لئے
بلامعاوضہ موسیقی کا انتظام کر دیا ہے ۔ لیکن میںنے اس غرض کے لئے شہر
کے سب سے ناقابل اور بے ہنگم باجہ نوازوں کو منتخب کیا تھا جنکے بے تال و
بے سر نغمہ سے سامعین مکدّر ہو کر بغرض تفریح جوق جوق عجائب گاہ میں داخل
ہوتے تھے ۔ جب لوگوں کو کوئی چیز مفت ملتی ہے ۔ تو وہ یہ خیال نہیں کرتے
کہ یہ اُن کو دام میں پھنسانے کا جال ہے ۔ ڈرومنڈ کی طاقتور بتی روشنی
عجائب گاہ کی چوٹی پر بقعہ نور کا سماں دکھلاتی تھی ۔ اس کی روشنی اسقدر

تیز تھی کہ تیرہ و تار راتوں کو بھی دور دور تک بازار جگمگا اٹھتے تھے۔ گویا ہلکی سی دھوپ نکل آتی تھی۔ اور لوگ آس پاس کے بازاروں میں بڑی آسانی سے اخبار پڑھ سکتے تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اہل نیویارک اِس عجائب گاہ کے ذریعے سے خردمند روشنی سے آگاہ ہوئے ؎

باب ہشتم

خوش اخلاقی بہت خیرات ۔ اخفائے راز ۔ تدبیر منزل ۔ غریب اشخاص روپیہ کمانا

خوش اخلاقی اور خیرات سے بہتر سرمایہ تجارت میں نہیں لگایا جا سکتا۔ اگر تم اپنے گاہکوں سے باخلاق پیش نہ آؤ گے۔ تو اسباب کے بڑے بڑے ذخائر۔ سنہری سائن بورڈ۔ چمکدار اشتہارات وغیرہ سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ سچ تو یہ ہے کہ جو تاجر جسقدر "خیر" اور خلیق ہوگا۔ اسی نسبت سے اُس کے مربی اور سرپرست بھی بکثرت ہونگے۔ جو دکاندار عمدہ اور نفیس چیز کم قیمت (درانحالیکہ وہ اُس میں بھی اپنا نفع رکھ لیتا ہے) خریداروں کو دیتا ہے وہ اپنے دیگر ہم پیشوں سے گوئے سبقت لیجاتا ہے۔ یہ اصول ہمیں "آنچہ برخود نہ پسندی بر دیگراں ہم مپسند" کے مطلقاً مقولے کو دستور العمل بنانے کی ہدائت کرتا ہے۔ اگر تم کم قیمت چیز کے زیادہ سے زیادہ دام لینے کی کوشش کرو گے۔ تو اس میں خود تمہارا نقصان ہے۔ بدخلق اور گراں فروش گویا دوبارہ اپنے گاہکوں کو دیکھنا نہیں چاہتے۔ اور اُن کے خریدار بھی اُنکی صورت سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ کبھی اِس امر کو گوارا نہیں کرتے۔ کہ ایک تو روپیہ دیں اور پھر گدھوں کی دولتیاں بھی کھائیں ؛

میرے عجائب گاہ کے ایک ملازم نے ایک مرتبہ مجھ سے کہا کہ میں ایک شخص کی جو اس وقت عجائب گاہ کے لکچر روم میں ہے۔ باہر نکلنے پر

ہاتھوں سے خوب مرمت کروں گا۔ میں نے پوچھا اُس نے تمہارا کیا قصور کیا ہے؟ وہ بولا۔ اُس نے مجھے کہا تھا کہ "تم شریف نہیں ہو" میں نے اُسے سمجھایا کہ تمہیں زد و کوب کے ذریعے سے اُسے اپنی شرافت کا یقین دلانے کی ضرورت نہیں۔ اگر تم اُسے مارو گے تو وہ پھر کبھی عجائب گاہ کا رُخ نہ کریگا۔ نیز وہ اپنے دوستوں کو بھی کسی اور تفریح کے مقام پر جانے کی ترغیب دیگا اِس طرح تم خیال کر سکتے ہو کہ مجھے سخت نقصان پہنچیگا۔

ملازم:۔ "لیکن اُس نے میری سخت توہین کی ہے"۔

میں:۔ "موجودہ حالت میں وہ روپیہ دینے والا اور ہم لینے والے ہیں لہٰذا تمہیں اُس کی کج خلقی پر صبر کرنا چاہیئے۔ اگر وہ عجائب گاہ کا مالک اور تم اُس کے گاہک ہوتے۔ تو پھر تمہاری شکایت بجا ہو سکتی تھی۔ لیکن اب حالت

بارنم
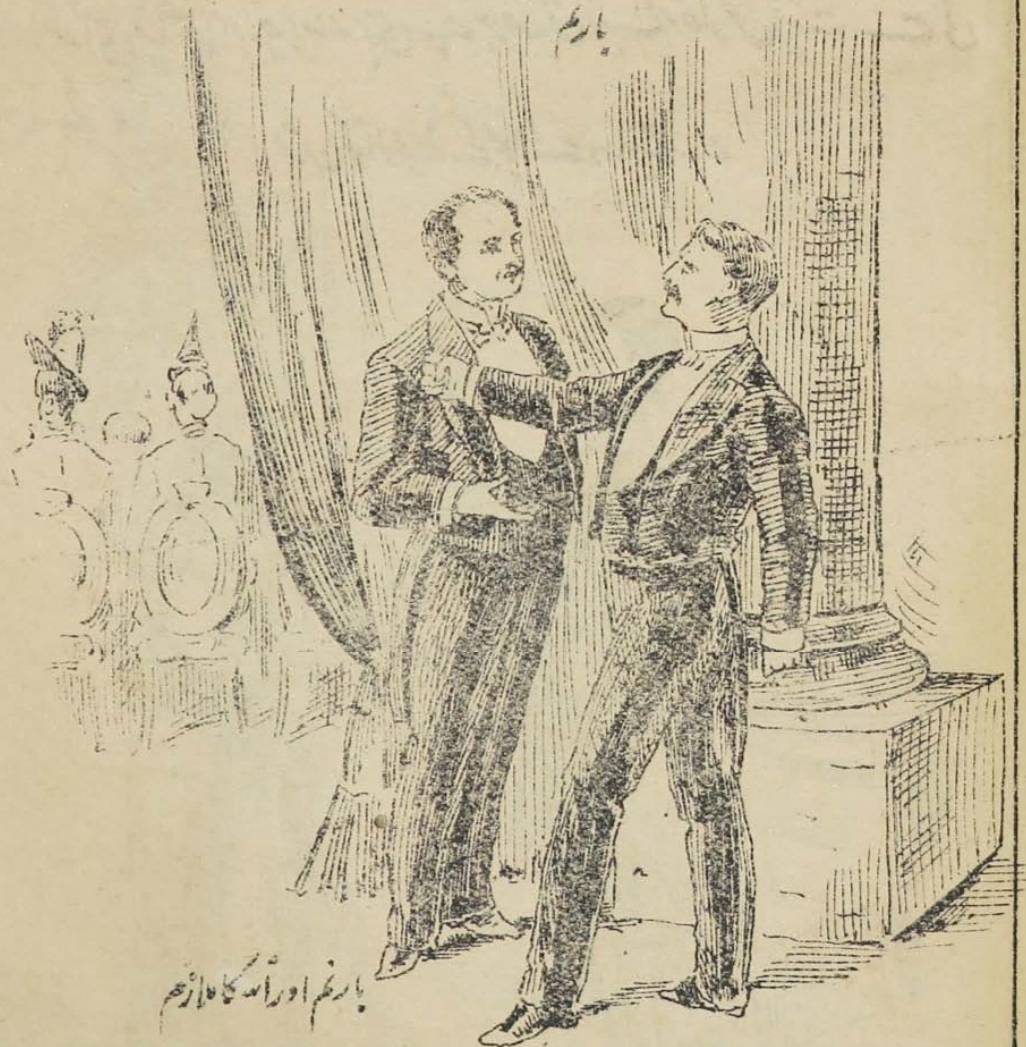
بارنم اور اُس کا ملازم

اِس کے برعکس ہے"۔ ملازم نے ہنستے ہوئے کہا۔ بلاشبہ فروغ تجارت کی یہی سچی پالیسی ہے۔ لیکن اگر آپ کے فائدے کے لئے مجھے لوگوں کی بد زبانی کا تختۂ مشق بننا پڑے گا۔ تو میری تنخواہ میں بھی اضافہ ہونا چاہیے +

خیرات

انسان کو مخیر ہونا لازم ہے۔ کیونکہ یہ نہ صرف انسانی فرض ہے۔ بلکہ اِس سے طبیعت کو خوشی اور فرحت بھی حاصل ہوتی ہے۔ خواہ فیاضی کی طرف تمہارا طبعی میلان نہ بھی ہو۔ پھر بھی بطور پالیسی کے اسپر کاربند ہونا اور اسکو اصول زندگی قرار دینا مناسب ہے۔ فیاض آدمی کے بکثرت مربی ہو جاتے ہیں۔ بخلاف اس کے بخیل و ممسک کو کوئی پوچھتا تک نہیں۔ حضرت سلیمان کا قول ہے۔ کہ "روپیہ بکھیرنے سے بڑھتا اور خست سے افلاس لاتا ہے۔ فی الواقعہ اصلی فیاضی اور خیرات وہی ہے جو صدق قلب اور خلوص نیت سے کی جائے +

محتاج کو آلو دینے کے بجائے دعا دیتا ہے

بہترین خیرات اُن لوگوں کی امداد کرنا ہے۔ جو خود اپنی مدد کرنے کی کوشش کرتے ہوں۔ بلا تحقیق ہر کس ناکس کو خیرات دینا نہائت مذموم ہے۔ ایسے مستحقین کی۔ جو اپنی بہبودی میں ساعی ہوں ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر اعانت کرنے کا یہ مطلب ہے کہ "باوجود روپیہ بکھیرنے کے اور بھی بڑھتا ہے"۔ لیکن ان لوگوں کی عادت ہرگز اختیار نہ کرو۔ جو فقیر کو ایک آلو دینے کے بجائے دعا اور بھوکے کو روٹی کا ٹکڑا دینے کی جگہ اُسے برکت دیتے ہیں ؀

اخفائے راز

بعض لوگوں کا خاصہ ہے کہ وہ اپنے پیشے کے راز دوسروں پر ظاہر کر دیتے ہیں۔ اور دوست و احباب اور ہمسائیوں کو بلا ضرورت روپیہ کمانے کا ڈھنگ بتا دیتے ہیں لیکن اس طرح افشائے راز کرنے سے بجائے فائدے کے بسا اوقات اِس سادہ لوح کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے پس تحریراً یا تقریراً اپنی آمدنی۔ امیدوں۔ اور ارادوں کو کسی پر منکشف نہ ہونے دو؀

نہ تو خط لکھو اور نہ کسی خط کو ضائع کرو" کاروباری اشخاص کو خطوط
لکھنے کے بغیر چارہ نہیں۔ لیکن بڑی احتیاط سے اس امر کا خیال رکھنا چاہئے
کہ میں خط میں کیا لکھ رہا ہوں۔ اگر تمہارے روپے کا نقصان ہو رہا ہے
تو اس امر کو ہرگز ہرگز کسی پر ظاہر نہ ہونے دو۔ ورنہ تمہاری نیکنامی اور
شہرت اور ناموری پر پانی پھر جائیگا ؂

دیانتداری

دیانتداری لعل و یاقوت سے بھی گراں بہا چیز ہے۔ ایک بوڑھے بخیل
نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کی تھی کہ "روپیہ پیدا کرو۔ اگر ممکن ہو تو دیانتداری
سے۔ ورنہ جس طرح ہو سکے روپیہ پیدا کرو" یہ نصیحت جسقدر بدنیتی پر مبنی ہے
اسی قدر حماقت سے بھی لبریز ہے۔ کہ اگر دیانتداری سے روپیہ نہ کما سکو۔ تو
بددیانتی سے دولت حاصل کرو۔ غالباً معترض ناصح اس امر کو بھول گیا تھا۔ کہ ہمارے
تمام قید خانے اُن لوگوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ جنھوں نے بددیانتی
سے روپیہ پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ غیر متدین اشخاص کی بدنیتی دیر تک
چھپی نہیں رہتی۔ اس زمانے کے طشت از بام ہوتے ہی اُسپر کامیابی کے
تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ پبلک ان لوگوں سے کہ جنکی دیانتداری
مشکوک ہو۔ کوسوں دور رہتی ہے۔ ایک دوکاندار خواہ وہ کیسا ہی خلیق۔
متواضع اور چرب زبان کیوں نہ ہو۔ جب اسکے ناپ اور باٹ کے جعلی ہونیکا
حال لوگوں پر ظاہر ہوگا۔ تو کوئی بھی اُسکے پاس نہ پھٹکیگا۔ صرف مالی کامیابی
ہی کیلئے متدین ہونا لازمی نہیں ہے۔ بلکہ یہ ہر قسم کے حصول مقصد کی کنجی
ہے۔ یہ دل کو سرور اور راحت بخشتی ہے۔ جو کسی اور صورت میں خواہ کتنا ہی روپیہ
اور منقولہ و غیر منقولہ جائداد کیوں نہ ہو۔ حاصل نہیں ہو سکتی۔ ایک متدین شخص گو وہ
کیسا ہی غریب ہو۔ تمام قوم کے روپیوں کی تھیلیاں اپنے قبضے میں رکھتا ہے
یعنی اپنی دیانتداری کیوجہ سے اُسے ہر جگہ سے بآسانی قرض مل سکتا ہے۔ کیونکہ
اسکو ہر وقت یہ خیال ہے کہ یہ اپنے و [illegible] کے مطابق وقت پر ضرور روپیہ

ادا کر دے گا۔ اگر کسی اور اعلیٰ غرض سے نہیں تو محض اپنے ذاتی فائدے کے
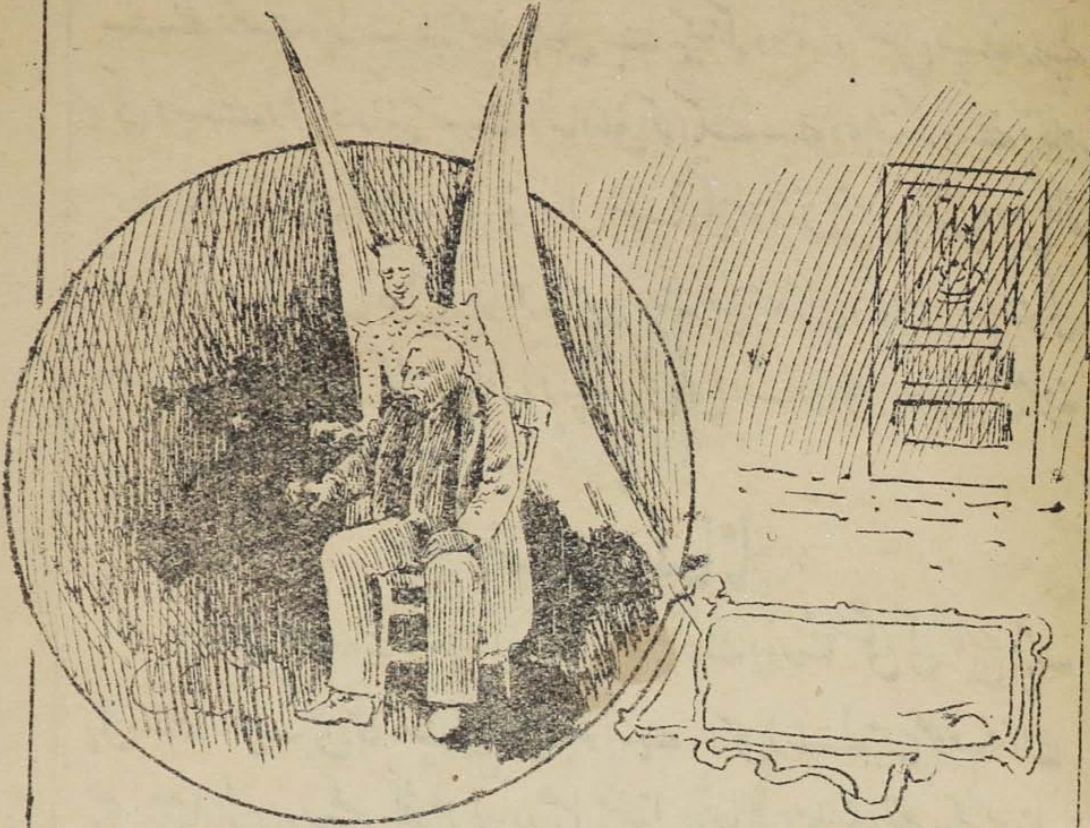
(روپیہ کماؤ خواہ بددیانتی سے ہو)

خیال ہی سے انسان کو متدیّن بننا چاہیئے۔ ڈاکٹر فرینکلن کا یہ زرّین مقولہ لوح دل پر نقش کرنے کے قابل ہے کہ "دیانتداری بہترین تدبیر یا حکمت عملی ہے"

متموّل غریب اشخاص

دولتمند ہونا ہمیشہ کامیابی کی علامت نہیں۔ دنیا میں بہت سے متموّل غُربا ہیں۔ بخلاف اِن کے کثیر التعداد ایسے غریب مگر متدیّن اور نیک شعار مرد اور عورتیں موجود ہیں۔ جو گو اس قدر دولت نہیں رکھتے جس قدر کہ ایک امیر ہفتہ بھر میں خرچ کر ڈالتا ہے۔ تاہم وہ بے اصول دولتمندوں سے بمراتب بہتر و برتر ہیں۔ اور اُن کی زندگی اِن سے زیادہ چین و آرام اور خوشی سے کٹتی ہے روپے سے غیر محدود محبت اور اُس کی پرستش فی الواقع تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ لیکن روپیہ بذاتِ خود جبکہ اِس کا عمدہ طور سے استعمال کیا جائے۔ صرف گھر میں دست بدست پھرنے اور ضروریات خانگی کو پورا کرنے والی چیز نہیں

بلکہ یہ بنی نوع انسان کے دائرہ مسرت کو بدرجہ کمال وسعت بخش کر ہماری نسلوں کے لئے رحمت و برکت کا باعث ہوتی ہے۔کیونکہ دولتمند شخص اپنے روپے کی وجہ سے اہل دنیا کی مسرت و شادمانی کو ایک سے دہ چند کر دینے پر قادر ہوتا ہے۔دنیا میں کون ہے۔جو متموّل ہونے کی خواہش نہیں رکھتا؟ اہل عالم کی یہ تمنّا اور خواہش قابل اعتراض نہیں۔بشرطیکہ متموّل اشخاص دولت کی ذمہ داریوں کو قبول کر لیں۔اور روپے کو بنی نوع انسان کی بہبودی میں صرف کریں+

دولت کمانا

دولت و تجارت باہم مترادف ہیں۔تجارت اور شائستگی کی تاریخ ایک ہی ہے۔جب کبھی تجارت کو فروغ ہوا ہے۔اُسی زمانے میں علوم و فنون بھی اوج کمال پر رکھے گئے ہیں۔درحقیقت متموّل اشخاص ہماری قوم کے محسن ہیں۔تعلیمی و صنعتی مدارس۔اکیڈیمیز۔کالجوں اور ملکی عبادت گاہوں کے لئے ہم اُنہیں کی فیاضیوں کے مشکور ہیں۔لہذا دولتمند بننے کی خواہش۔یا خداوندان نعمت کو برا کہنا زیبا نہیں۔ہاں بعض ایسے بخیل اور کنجوس بھی ہیں جو روپے سے متمتع ہونے کے بجائے اُسے سنگ و خشت کی طرح جمع کرتے چلے جاتے ہیں جیسے مذہبی یا پولیٹیکل لباس میں ریاکار و عیار ہوتے ہیں۔اُسی طرح دولتمندوں کے طبقے میں اِن بخیلوں کو تصور کرنا چاہئے۔جو قاعدہ کُلیہ کے مستثنیات میں سے ہیں۔لیکن خدا کا شکر ہے کہ امریکہ میں اکبر اولاد کا قانون رائج نہیں+۔اِس طرح مناسب وقت آنے پر بخیل کی تمام دولت اور اُس کی عمر بھر کا اندوختہ رفاہ عام کے کاموں کے لئے ورثا پر منقسم ہو جاتا ہے+

+ اکبر اولاد کا قانون جو انگلستان میں رائج ہے۔اس کا یہ منشا ہے کہ امیروں کی کُل دولت اور جائداد مع خطاب بڑے بیٹے کو ملتی ہے۔اور دوسرے بیٹوں کو صرف گزارہ دیا جاتا ہے جس سے خاندان کی دولت اور جائداد قائم رہتی ہے۔اور اس طرح خاندان نہیں بگڑتا+
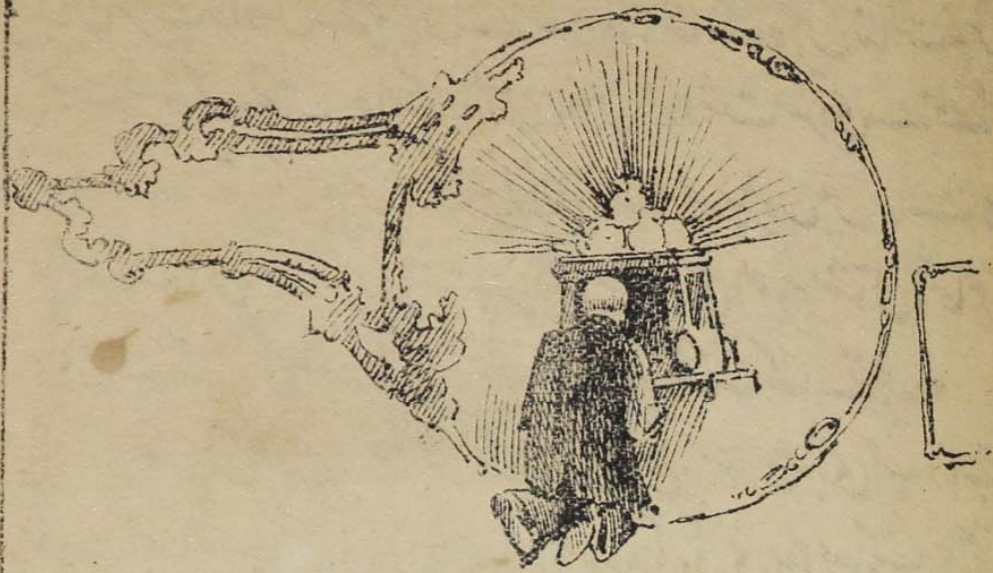
کبھی کبھی دولتمندوں میں بخیل بھی ہوتے ہیں

باب نہم

خیالی مصیبت۔ سچی اور حقیقی مسرت

چند سال کا ذکر ہے کہ میں اپنے ایک دوست کے ہاں۔ جو نیویارک میں رہتا تھا۔ وسط موسم سرما میں مہمان ہوا۔ اور چند روز تک اُس کے گھر میں مقیم رہا۔ میزبان ایک نہایت خلیق۔ خوش باش اور بکروہات زمانہ کو ہیچ سمجھنے والا شخص تھا۔ لیکن اُس کی بیوی ہمیشہ زندگی کے تاریک رُخ کو مدِ نظر رکھ کر مکدر اور ملول رہا کرتی تھی۔ ایک روز جب کہ ہم ایک برف پر چلنے والی گاڑی میں سوار ہو کر سنٹرل پارک میں سے ہارلم لین کی طرف جا رہے تھے۔ راہ میں بعض غربا کے جھونپڑوں کے قریب گزرے جنکے ننگے بچے کھڑکیوں میں سے ہمیں گاڑی پر سوار دیکھ کر ہماری طرف رشک و حسد کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ موسم نہایت سرد تھا۔ اور ہم سردی کے مارے ٹھٹھرے جاتے تھے۔

مگر اِن غریب زادوں کے چہروں سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ ہمیں نہائت خوش قسمت تصوّر کرتے ہیں۔ حالانکہ در اصل ناقابل بر داشت سردی سے ہمارے اعضا سُن ہو رہے تھے۔ اگر ہم میں سے کسیکو اُن کے گرم جھونپڑوں میں جانے کا موقع ملتا۔ تو وہ یہ سمجھتا کہ میں بہشت میں آگیا ہوں۔ علی العموم متموّل اشخاص غربا کی بے فکر زندگی اور اُن کی راحت و آرام پر رشک کھاتے ہیں ٭

دوسری صبح نہائت خوشنما اور فرحت انگیز تھی۔ سورج بڑی آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ اور اُس کی گرمی اجسام میں زندگی کی نئی روح پھونک رہی تھی جو ہندوستان کے موسم گرما کی یاد دلا رہی تھی۔ جب بعض مہمان ناشتہ کھانے کے کمرے میں فراہم ہوئے۔ تو باہم سلام علیک کے بعد ہم نے ایکدوسرے کو موسم کی خوشگواری پر مبارکباد دی۔ سب نے بالاتفاق کہا کہ اگر آج سلیج (برفانی گاڑی) پر سوار ہو کر باہر نکلیں۔ تو یہ سیر نہائت پُر لطف ہوگی۔ میزبان نے کہا کہ گو مجھے آپ کے خیالات سے اتفاق ہے۔ لیکن تھوڑی دیر میری بیوی کے آنے کا انتظار کیجئے۔ اور پھر آپ کو اُس سے معلوم ہو گا کہ آج دن بھی روز گزشتہ سے کچھ کم مگر وہ نہیں۔ وجہ پوچھنے پر اُس نے کہا کہ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ کبھی اُسنے کسیدن کو فرحت انگیز یا خوش گوار کہا ہو۔ اُس کے نزدیک کوئی موسم یا دن تعریف کے قابل نہیں۔ وہ ہمیشہ اشیا کے تاریک پہلو پر نظر ڈالنے کی عادی ہے۔ اور اس طرح خواہ مخواہ انقباض طبیعت اور افسردگی خاطر مول لیتی رہتی ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آج کے دن کی جو آپ اِسقدر تعریف و توصیف کر رہے ہیں اُس کو ہرگز آپکے خیالات سے اتفاق نہ ہوگا۔ ہم نے کہا کہ یہ ناممکن ہے۔ اُسے تسلیم کرنا ہوگا کہ بلاشبہ آج کا روز نہائت خوشنما اور فرحت بخش ہے۔ میزبان نے جواب دیا کہ آپ کو خود معلوم ہو جائیگا۔ اِن باتوں سے ہمیں صاحب خانہ کی بیوی سے موسم کی نسبت سوال کرنے کا غیر معمولی اشتیاق پیدا ہوا۔ چنانچہ جب وہ آئی تو میں نے اُس سے پوچھا کہ کیا آج کا دن خوشنما نہیں؟ لیڈی صاحبہ نے کہا۔ ہنوخوشنما! اِس قسم کے دنوں کو آپ خوشنما کہتے ہیں؟ یاد رکھئے کہ ظاہری دلفریبی

رکھنے والے ایّام ہمیشہ بُرے موسم کا پیش خیمہ ہوتے ہیں۔ کل کا دن ہی دیکھ لینا کہ کیسا ابر آلود۔ طوفان خیز اور تکلیف دہ ہوگا +

تکلیف خریدنا

چند ماہ کے بعد مجھے اپنے پُرانے دوست مسٹر کلیمنز + (مارک ٹوین) سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ اثنائے گفتگو میں خواہ مخواہ افسردگی خریدنے کے متعلق ذکر چل پڑا۔ مارک ٹوین نے کہا کہ فی الواقع دنیا میں بہت سی تکلیفیں خیالی ہیں یا لوگوں نے خود مول لے رکھی ہیں۔ میری چچی جو ایک نہائت نیک اور باعمل دیندار عورت ہے۔ اور سب اُس کی عزت کرتے ہیں لیکن وہ ہمیشہ محزون و مغموم رہتی ہے۔ یہ رنج والم زیادہ تر خود اُس کا طبعزاد ہوتا ہے۔ میری بوڑھی چچی صبح کو اُٹھ کر ایک ہفتہ یا ایک ماہ۔ حتیٰ کہ سال سال بھر پہلے کا رنج والم مول لے لیتی ہے۔ پھر اُسے وہ سارا برس اِن خیالی تکالیف پر تاسف کرتے گذر جاتا ہے۔ بلکہ ایک مرتبہ تو وہ قبر میں بھی گو دیری تھی میں نے پوچھا۔ آپ کا اِس کیا

+ مسٹر کلیمنز مارک ٹوین زمانہ حال کا سب سے بڑا ظریف امریکہ کا باشندہ ہے۔ مگر اِس شخص کی ظرافت نتیجہ خیز اور حکمت سے پُر ہوتی ہے۔ خدا نے اس کو بڑی عقل اور لیاقت دی ہے اِس کی تصنیفات امریکہ اور یورپ میں لاکھوں پڑھی جاتی ہیں۔ چند سال ہوئے یہ ہندوستان میں بھی آیا تھا

مطلب ہے؟ مارک ٹوئن نے جواب دیا کہ" ایک صبح کو جب میں گھر آیا۔ تو مینے پچی کو نہائت افسوگی کی حالت میں دیکھا۔ وہ کہنی کو میز پر ٹیکے اور ٹھوڑی کو ہتھیلی پر رکھے کمال حزن وملال سے بیٹھی ہوئی تھی۔ مینے پوچھا کہ" کیا تم علیل ہو؟"

پچی:۔ "نہیں" +

میں:۔ "تو پھر کیا تم خیالی تکالیف پر رنجیدہ ہو رہی ہو۔ اس وقت تم کن تصورات میں غلطاں و پیچاں ہو؟"

پچی:۔ "میں اس وقت بہشت کا خیال کر رہی تھی۔ غالباً یہ ویسا دلچسپ اور مسرت بخش مقام نہ ہوگا جیسا کہ ہم توقع کرتے ہیں" + یہ اس بوڑھی عورت کا قبر ہی میں کودنا تھا جو بہشت تک کو بھی ناپسند کرنے لگی تھی +

مارک ٹوئن نے اپنے ایک فاضل و علامہ دوست کی نسبت بیان کیا کہ گو اُسے تہذیب و شائستگی کا بہترین نمونہ کہ سکتے ہیں۔ اور وہ شیکسپیر کی تصانیف پر اعلیٰ درجے کا عبور رکھتا ہے۔ تاہم اُسے آجتک مینے متبسّم ہوتے نہیں دیکھا۔ اُسے کسیوقت خیالی تکالیف پر رنج و غم کرنے سے فرصت نہیں ملتی +

مینے مارک ٹوئن سے کہا۔ کہ کیا آپ کی ظریفانہ تصانیف بھی اُسے شگفتہ نہیں کر سکیں۔ مارک ٹوئن نے جواب دیا کہ اُس نے میری تمام تصنیفات کا مطالعہ کیا ہے۔ لیکن وہ انہیں بھی ٹریجڈی (فسانہ ہائے غم آلود) سے زیادہ وقعت نہیں دیتا +

ٹامسن جیفرسن اعلان آزادی میں لکھتا ہے کہ ہر متنفس۔ خواہ وہ عورت ہو یا مرد خوشی اور فرحت حاصل کرنے کے لئے سعی میں سرگرم رہنے کا استحقاق رکھتا ہے۔ میرے خیال میں اس بارے میں اُن کی ناکامی کیصرف یہی ایک وجہ ہے کہ در اصل سچی مسرت کسے کہتے ہیں۔ اِس لئے اُن کے تگ و دو کا نتیجہ ناکامی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ ایک اور گروہ ہے۔ جو گو سچی مسرت سے آگاہ ہے۔ مگر غلط راستہ اختیار کرنے کیوجہ سے اُسے حاصل نہیں کر سکتا۔ چند سال کا ذکر ہے۔ جبکہ میں

لیور پول میں تھا۔ تو مجھے پہلی قسم کے اشخاص کی مثال دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا
ایک غلیظ اور کثیف مرد اور عورت سڑک پر جھاڑو دینے میں معروف تھے ایک

دولتمند اور خوشحال

غلیظ اور ذلیل

شروع سے اخیر تک

جنٹلمین نے اُن کی طرف اشارہ کر کے مجھ سے کہا کہ ابھی دس سال نہیں گزرے کہ یہ شخص لورپول میں اوّل درجے کا بیرسٹر سمجھا جاتا تھا۔ اور جو شکستہ حال عورت تم اس کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ یہ اس کی بیوی ہے۔ جو شوہر کے زمانہ عروج میں انگلش سوسائٹی کی ایک رکن رکین متصور ہوتی تھی۔ مگر کثرت میخواری نے انکو اس ذلیل حالت پر پہنچادیا ہے۔ جو اب آپ کے پیش نظر ہے۔ ان کے نزدیک زندگی کی اصلی مسرت اور شادمانی صرف میخوشی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ گویا جس شخص کے پاس شراب پینے کو موجود ہے۔ اُس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی خوش قسمت نہیں۔ گزشتہ ہفتے میں حسن اتفاق سے شوہر کو ایک چھوٹا سا کام مل گیا تھا۔ جس کی اجرت میں اُسے سکہ نصف ساورن حاصل ہوا۔ جو اُسے تین چار روز تک خوش یعنی مخمور رکھنے کے لئے کافی تھا۔ ان ایام میں بیوی مئے ناب سے محروم رہی فی الواقع اُسے اپنے شوہر کی خوش قسمتی کا سخت حسد تھا۔ بکثرت شراب پینے سے تیسرے روز مرد کی حالت سخت ابتر ہو گئی۔ اور اُسے دنیا تاریک معلوم ہونے لگی۔ اور وہ اس تکلیف میں رونے اور چلّانے سے باز نہ رہ سکا۔ بیوی نے متحیر ہو کر پوچھا کہ "جان! تم کیوں چیخ رہے ہو؟"

جان:۔ "میں اِس وقت سخت تکلیف میں ہوں"۔

بیوی:۔ "تکلیف میں! کیا تم کل شراب نہیں پیتے رہے۔ تم نے پرسوں شراب نہیں پی۔ اور طرہ یہ کہ آج بھی مئے گلفام کے لطف اڑا رہے ہو۔ اور پھر کہتے ہو کہ میں ناخوش ہوں۔ کیا تم فرشتہ بننا چاہتے ہو؟"

اس بیہودہ عورت کے خیال میں انسان نشہ کی حالت میں بہشت کے اس قدر نزدیک ہو جاتا ہے۔ جسقدر کہ اِس دنیا میں ممکن ہے۔

دوسری قسم کے لوگوں کی کیفیت ایک بساطی کی اس تمثیل سے معلوم ہو سکتی ہے۔ جو ایک گاؤں میں کچھ اشیاء فروخت کرنے کے بعد دوسرے گاؤں کی طرف جو وہاں سے چار میل کے فاصلے پر مغرب کی سمت تھا روانہ ہوا لیکن راستہ بھول کر مخالف سمت کو ہو لیا۔ نصف میل قطع راہ کرنے کے بعد اس نے

ایک شخص سے دریافت کیا کہ فلاں گاؤں یہاں سے کس قدر مسافت پر واقع ہے؟ اُس نے مسکرا کر جواب دیا کہ جس سمت میں تم جا رہے ہو۔ اسکے رو سے تمہیں اُس گاؤں میں پہنچنے سے پہلے پچیس ہزار میل کا چکر کاٹنا پڑے گا گویا کہ روئے زمین کے گرد گھوم کر تم وہاں پہنچ سکو گے۔ ہاں اگر وہ سیدھا راستہ اختیار کرو۔ تو وہ گاؤں یہاں سے صرف ساڑھے چار میل کے فاصلے پر رہ جائیگا +

دنیا میں کثیر التعداد اشخاص اِس افسوسناک غلطی میں مبتلا ہیں۔ اور وہ پچیس ہزار میل راہ طے کر کے منزل مقصود پر پہنچنا چاہتے ہیں۔ مگر وہ ہنوز نصف راستہ بھی طے نہیں کرنے پاتے کہ وادی فنا میں پہنچ جاتے ہیں۔ ایسے اشخاص شاذونادر ہیں جو اس طرح گمراہ ہو جانے کے بعد بھی دامن آرزو کو گوہر مراد سے بھرنے میں کامیاب ہو جائیں +

چند سال ہوئے کہ مجھے کالٹ ہوس لوئس ولی کاؤنٹی میں جانے کا اتفاق ہوا۔ جہاں میں نیو آرلینس کے ایک کروڑ پتی کے لڑکے سے ملا۔ اِس کے پاس بافراط روپیہ تھا۔ اور یہ بکثرت شراب پینے کا عادی تھا۔ اس شغل کو زیادہ خوشگوار بنانے کے لئے بہت سے مفت خورے اُس کے گردوپیش موجود رہتے تھے۔ اِس امیرزادے کی نگاہوں میں شراب سے بڑھ کر دنیا میں کوئی چیز مسرت انگیز و فرحت خیز نہ تھی۔ ایک روز صبح کو اُسکے والد کا نیو آرلینس سے طلبی کا تار پہنچا۔ جسپر اُس نے مالک ہوٹل سے کہا کہ والد کے حسب الطلب میں اُس کشتی میں۔ جو آج سات بجے شام کے یہاں سے روانہ ہوگی۔ مقام نیو آرلینس کو جاؤں گا۔ چونکہ میں روانگی سے پہلے اپنے یار و احباب کو ایک عظیم الشان دعوت دینا چاہتا ہوں۔ اِسلئے ٹھیک تین بجے تک پُرتکلف کھانے تیار ہو جانے چاہئیں۔ وقت معینہ پر اُسکے دوست احباب کھانا کھانے کے لئے بیٹھے۔ شامپین اور دیگر ورجن بھر اقسام کی شرابیں

۶ ~ ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی کہ این رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است +

بوتلوں کے کارک اڑنے لگے۔ سب کے سب راگ و رنگ اور لہو و لعب اور خوشی میں ایسے مشغول ہوئے کہ ساڑھے چھ بج گئے۔ عین اُس وقت مالک سرائے نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔ کہ گو مجھے آپ کی مفارقت کا افسوس ہے لیکن اگر آپنے آج سات بجے شام کی کشتی پر نیو آرلینس کو تشریف لیجانا ہے۔ تو گھاٹ پر جلد پہنچنے کی کوشش کیجئے۔ ورنہ آپ رہ جائینگے۔ امیرزادہ اُسی وقت اُٹھا۔ اُس نے ہوٹل کا بل ادا کیا۔ اور گاڑی میں سوار ہو کر گھاٹ پر آیا یہاں ایک کشتی میں سوار ہوتے ہی گہری نیند میں بے خبر سو گیا۔ اُسے معلوم نہیں ہوا کہ وہ کتنی دیر تک اِس حالت میں دنیا و ما فیہا سے غافل رہا لیکن تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص آکر اُسے جگاتا کہ "صاحب کرایہ ادا کیجئے" امیرزادہ جب پوچھتا کہ کس قدر؟ وہ دس سنٹ بتاتا۔ اِسی طرح رات کو کئی مرتبہ وہ امیرزادے کے خواب راحت میں خلل انداز ہوا۔ امیرزادہ ہر ایک موقع پر دس سنٹ کرایہ ادا کر کے سو جاتا۔ جب متواتر ایسا ہوا تو اُسے کچھ کچھ خیال آیا کہ وہ پہلے بھی کئی مرتبہ۔ "اٹھئے صاحب اور کرایہ ادا کیجئے" کے الفاظ سُن چُکا ہے۔ اِس کے بعد جب پھر وہی الفاظ اُن کے کان میں پہنچے۔ تو اُس نے جھلا کر کہا۔ کہ "تم بہت دق کرتے ہو۔ اِس بانگ بے ہنگام اُٹھئے صاحب اور کرایہ ادا کیجئے۔ نے رات بھر سونے نہیں دیا۔ آپ ایک ہی مرتبہ تمام سفر کا کرایہ کیوں نہیں لے لیتے"۔

مہتمم کشتی:۔ "کل سفر کا۔ آپ کہاں جانا چاہتے ہیں"؟

امیرزادہ:۔ "نیو آرلینس"۔

مہتمم۔ نیو آرلینس! اجی آپ تو نیو البنی میں ہیں۔ اور جس کشتی میں آپ سوار ہیں۔ اِس کا نام لوئس ولی فیری بوٹ ہے"۔

امیرزادہ غلط راستے پر تھا۔ اور ظاہر ہے کہ اُسے نیو آرلینس پہنچنے میں بہت دیر لگی ہوگی۔ لوئس ولی فیری بوٹ کے ذریعے سے اُسکا نیو آرلینس پہنچنا ویسا ہی محال تھا۔ جس طرح کہ فی زمانہ ہزاروں نوجوانوں کا لہو و لعب میں

ترکہ پدری صرف کر کے دائمی مسرت حاصل کرنا محال ہے۔ بُری باتوں کا ہمیشہ بُرا ہی نتیجہ نکلا کرتا ہے۔ پس جو لوگ خیالی مسرت حاصل کرنے کے لئے عیاشی اور شراب خواری میں روپیہ برباد کرتے ہیں۔ وہ بہت جلد تباہ و برباد ہو کر نکبت و ادبار کا نشانہ بنتے ہیں +

باب ہفدہم

عادات کے مجموعہ کا نام انسان ہے۔ خوشی اور راحت حاصل کرنیکی یقینی دلیل

بات یہ ہے کہ انسان "مجموعہ عادات" ہے۔ اور عادت طبیعت ثانی کہلاتی ہے۔ بالفاظ دیگر عادت کچھ عرصے تک نشوونما پاکر فطرت کیطرح راسخ ہو جاتی ہے۔ چنانچہ شراب پینے کی عادت بھی روز بروز ترقی حاصل کرتی رہتی ہے۔ شراب کی جس مقدار سے پہلے ہفتے میں سرور حاصل ہوتا ہے۔ دوسرے ہفتے میں نہیں ہوتا۔ لہذا لطف حاصل کرنے کے لئے اس کی مقدار میں اضافہ کرنا پڑتا ہے۔ رفتہ رفتہ شراب بڑھاتے بڑھاتے یہ عادت ایسی مضبوط و مستحکم ہو جاتی ہے کہ انسان شراب کا کیڑا بن جاتا ہے۔ اس مغلوبیت کی حالت میں اُس کا عزم اس قدر ضعیف اور کمزور ہو جاتا ہے کہ ہوش میں آنے اور اس مہلک چیز کے چھوڑنے کیلئے ایک معجزہ کی ضرورت ہوتی ہے +

۱۸۴۲ء میں جبکہ میں اپنے کنبہ کے ساتھ نیویارک میں رہتا تھا۔ نیویارک کے ایک وکیل نے جو میرا دوست تھا۔ اور جس کی بیوی کئی سال پہلے مر چکی تھی۔ نیویارک کی ایک زندہ دل بیوہ سے شادی کی۔ تقریب عروسی پر میرے سوا اور بھی بہت سے دوست واحباب موجود تھے۔ شادی کی دعوت سے فراغت پاکر دولہا دلہن چند دوستوں کے ساتھ جرمنی کو گئے۔ وہاں سے وہ دونوں ہنی مون کا زمانہ فلاڈلفیا۔ بالٹیمور اور واشنگٹن میں بسر کرینگی غرض سے ایک ٹرین میں جو فلاڈلفیا کو جانیوالی تھی سوار ہوئے۔ ان دونوں کو قبل ازیں

+ ہنی مون وہ زمانہ یورپ اور امریکہ میں کہلاتا ہے۔ جب کہ نکاح سے فارغ ہوکر میاں بیوی اکیلے تفریحی سفر کو کسی طرف نکل جاتے ہیں +

ریلوے سفر کا بہت کم اتفاق ہوا تھا۔ ہیرسٹین ریلوے سٹیشن پر پہنچکر گاڑی
مسافروں کے چڑھنے اُترنے اور ایندھن اور پانی لینے کیلئے ٹھہر گئی۔ دولہا
نے پلیٹ فارم پر اتر کر چند سیب خریدے۔ ابھی اس نے ایک سیب ہی
کھانا شروع کیا تھا کہ گھنٹی بجی۔ وہ جھپٹ کر روانہ ہونے والی ٹرین میں سوار
ہوگیا چونکہ وہ اس تعجیل اور جلدی میں بیوی سے بچھڑ گیا تھا۔ اس لئے کمال
اضطراب سے گاڑی میں استادہ ہوکر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ ریلوے کنڈکٹر
نے اُسے پریشان پاکر پوچھا کہ "کیا تمہاری کوئی چیز کھوئی گئی ہے؟" دولہا میاں
نے جواب دیا کہ "نہیں۔ میں اپنی بیوی کو ڈھونڈھ رہا ہوں" کنڈکٹر نے کہا "
گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ وہ یہیں ٹرین میں کہیں کسی گاڑی میں بیٹھ گئی ہیں" اسپر دولہا نے
کہا کہ "مجھے بھی ایسی ہی اُمید ہے" یہ کہکر وہ دوسری گاڑی میں اُسے دیکھنے گیا۔
غرضکہ اسی طرح ڈھونڈتے ڈھونڈتے آخری گاڑی میں پہنچ گیا۔ مگر بیوی کا پتہ
نہ لگا پر نہ لگا۔ پھر تو اُس نے مایوسی اور دیوانگی کے عالم میں کنڈکٹر سے چلا کر کہا
کہ "ٹرین کو ٹھہراؤ۔ ٹرین کو ٹھہراؤ۔ میری بیوی ٹرین میں نہیں ہے" کنڈکٹر نے
جواب دیا "تمہاری بیوی کھوئی نہیں جاتی۔ وہ تمہیں کہیں نہ کہیں مل جائیگی"
دولہا۔ "مگر کہتے ہوئے ہیں کہ ہم دونوں اکٹھے نیویارک سے ٹرین پر
سوار ہوئے تھے"۔

کنڈکٹر (تعجب سے) "نیویارک! اب تم کہاں جارہے ہو؟"

دولہا۔ "فلاڈلفیا کو۔ اور کہاں؟"

کنڈکٹر: "آپ کو معلوم ہے کہ ہیرسٹین میں دو ٹرینیں آکر ٹھہری تھیں۔
تم اپنی گاڑی سے اُتر کر غلطی سے اس ٹرین میں سوار ہو گئے ہو۔ جو نیویارک
جانیوالی تھی۔ پس تم نیویارک جارہے ہو۔ اور تمہاری بیوی دوسری ٹرین میں
فلاڈلفیا کیطرف سفر کر رہی ہے"۔

دولہا کو جب اس غلطی کی کیفیت معلوم ہوئی تو وہ سخت مضطرب ہوا اور
بولا "اوہ یہ تو خوفناک غلطی ہے" پھر تھوڑی دیر کے بعد اس نے اپنے آپکو سنبھال لیا

تسلّی دی کہ میری بیوی عقلمند عورت ہے۔ وہ ضرور فلاڈلفیا کے ہوٹل میں ٹھہر
کر دوسرے روز تک میری واپسی کا انتظار کرے گی +

ان دنوں تار برقی نہ ہونے کی وجہ سے شوہر اپنی بیوی کو اس غلطی سے
فوراً مطلع کرنے کے ناقابل تھا۔ نیویارک میں اپنی ساس کے گھر پہنچکر اس نے
اپنی داستان مصیبت کہ سُنائی۔ رات کو وہاں ٹھہر کر دوسرے دن صبح کو جانب
فلاڈلفیا روانہ ہوا۔ اُدھر بیوی کی کیفیت سُنئے کہ اُسے بھی اپنے شوہر سے بچھڑ
جانے کا کچھ کم رنج والم نہ ہوا تھا۔ مگر دُلہن نے بھی بجائے خود یہ خیال کیا کہ میرا
شوہر عقلمند آدمی ہے۔ اور وہ کبھی اس امر کی توقع نہیں کر سکتا کہ میں اس غیر
ملک میں تن تنہا آوارہ و سرگشتہ پھرنا گوارا کرونگی۔ پس وہ میری والدہ کے مکان
پر ٹھہر کر دوسرے دن کی صبح کی ٹرین میں میری واپسی کا انتظار کرے گا۔ غرضکہ شوہر
تو نیویارک سے فلاڈلفیا کو روانہ ہو گیا۔ اور اسی صبح کو بیوی نے فلاڈلفیا سے نیو
یارک کا رُخ کیا۔ غرضکہ ان غلط فہمیوں سے دُولہا دلہن ایک ہفتہ تک باہم
نہ مل سکے۔ اس تمام حیرانی و پریشانی کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے غلط راستہ اختیار
کیا تھا +

خوشی و فرحت حاصل کرنے کا یقینی ذریعہ

میرے خیال میں سچّی مسرت حاصل کرنے کے لیے قوانین قدرت کی پابندی
لازم ہے۔ ہر شئے با نظم و نسق قواعد سے وابستہ ہے۔ خلّاق عالم نے ہمیں قوانین

قدرت کی متابعت سے اپنے آپ کو نسبتاً تندرست بنانے کا موقع دے رکھا ہے لیکن جو شخص کسی ایک قانون قدرت کو بھی توڑتا ہے وہ اس کا سخت خمیازہ اٹھانے سے محفوظ نہیں رہ سکتا +

نیز ظاہر ہے کہ جس شخص کی صحت اچھی حالت میں نہ ہو وہ کبھی خوش نہیں رہ سکتا۔ پس سب سے ضروری امر یہ ہے کہ بجائے مال و زر کے پہلے دولت صحت حاصل کرنے کی کوشش کیجائے۔ فی الواقع مریض اور بیمار کبھی دولت فراہم نہیں کر سکتے۔ جو شخص حفظ صحت کے قواعد پر توجہ نہیں کرتا۔ اُس سے زیادہ کوتہ اندیش آدمی دنیا میں مشکل سے مل سکیگا۔ تمام اطبا اور عقلمند اس بات پر متفق ہیں کہ ایک تندرست شخص کے معدے میں الکحل (شراب) زہر کی خاصیت پیدا کرتی ہے۔ الکحل میں مطلق غذائیت نہیں ہوتی۔ جیسا کہ اُس گلاس کو جس میں شراب ڈال کر دیجاتی ہے۔ چبا کر کھانے سے معدے کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا +

ایک مرتبہ میں نے ایک لائق ڈاکٹر سے پوچھا کہ تقریباً آدھ پاؤ خالص برانڈی میں کسقدر غذائیت ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس قدر خالص برانڈی استعمال کرے۔ تو اُس میں کام کرنے کی ایسی ہی طاقت پیدا ہو جائیگی جیسا کہ کوئی گھوڑا مہمیز لگانے سے چست و چالاک ہو جاتا ہے۔ لیکن گھوڑا صرف مہمیز پر تو بہت عرصے تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح برانڈی پینے والے کی زندگی بھی کم اور کوتاہ ہوتی ہے۔ یہ درست ہے کہ اُس مزدور کو گھنٹوں تک مٹی میں دھنسا ہوا خندق کھود رہا ہے۔ شراب پینے سے کسیقدر طاقت آجائیگی لیکن پھر اُس کا خمار اُسے معمول سے بھی زیادہ سُست اور نکما کر دیگا۔ میرے نشٹفی دوست البرٹ سمتھ ایک مرتبہ امریکہ کی سیاحت کو تشریف لائے تھے مصر میں وہ ... سٹیمر کے عالیشان کمروں اور ساز و سامان کے معائنہ سے بہت محفوظ ہوئے۔ اور انہوں نے کپتان سے کہا کہ اگر تمہیں اثنائے سفر میں دو سٹیمروں سے اپنے سٹیمر کو آگے نکال لیجانے کا خطرہ ہو تو پھر اس سٹیمر

سوار ہوکر نیو آرلینز تک جاؤنگا۔ کپتان نے اس بارہ میں البرٹ کا ہر طرح اطمینان کردیا۔ چیپر البرٹ ایک کمرہ کرایہ پر لیکر سوار ہوگیا۔ لیکن دوسرے ہی روز اُس نے کپتان کو فارچیون سے یہ کہتے ہوئے سُنا کہ لکڑی اور جو کچھ ایندھن کی قسم سے جہاز پر ملے بلا تامل بائلر میں جھونکتے جاؤ۔ کیونکہ میں نے مصمم ارادہ کرلیا ہے کہ یا تو ہم دوسرے سٹیمر سے جو ہمارے برابر آپہنچا ہے۔ آگے نکل جائینگے

(جہازوں کی دوڑ اور بائلر کا پھٹنا)
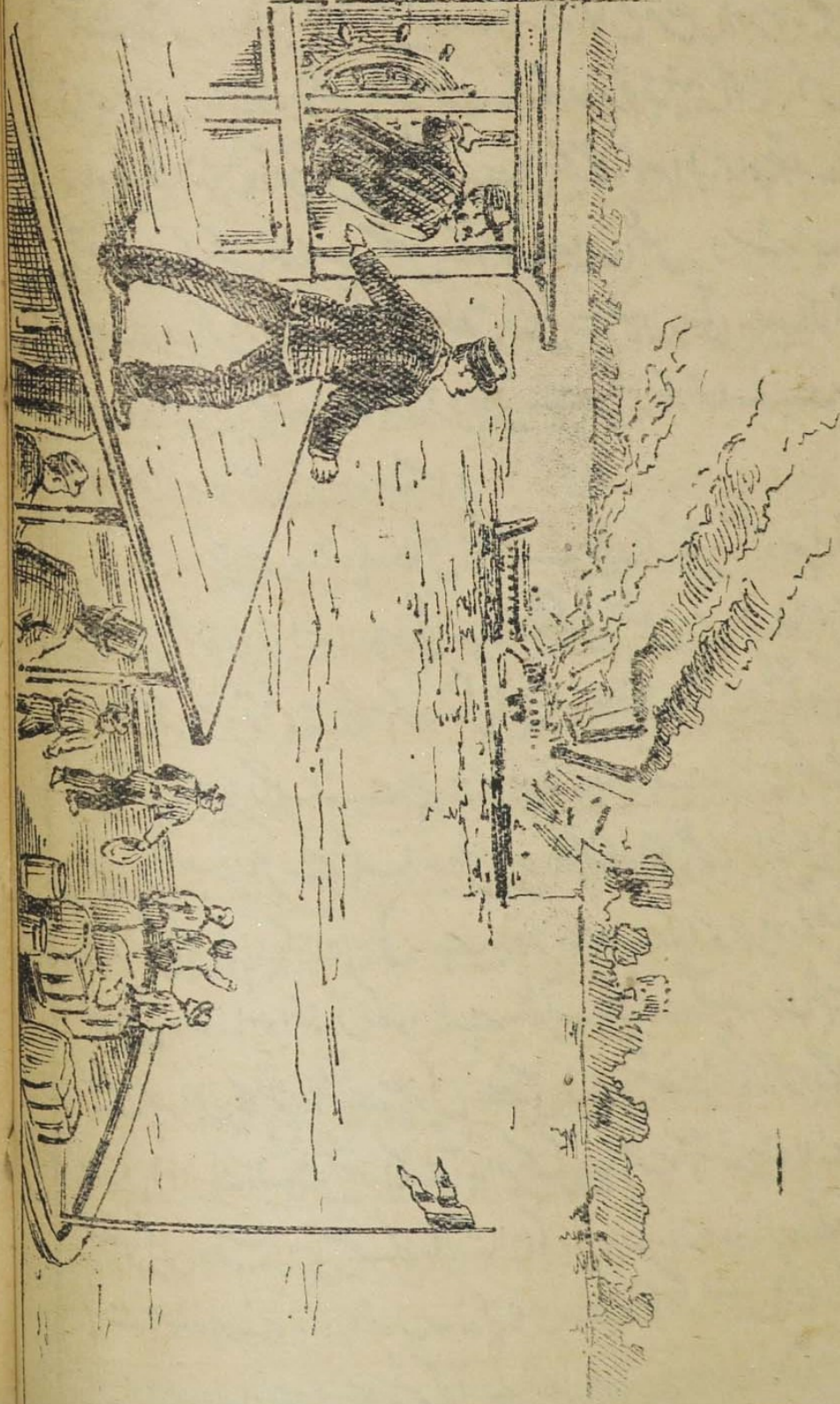
یا اِس کوشش میں بائلر توڑ ڈالینگے۔ سمتھ کہتا ہے کہ یہ دونوں باتیں واقع ہوئیں یعنی گو ہمارا اسٹیمر آگے نکل گیا۔ مگر ساتھ ہی اُس کا بائلر بھی پھٹ کر ناکارہ ہوگیا پس جو لوگ الکحل سے طاقت حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ وہ گویا جسمانی بائلر کے دشمن ہیں *

ایک زمیندار جو چند ایکڑ اراضی کا مالک تھا۔ اور اپنی پیداوار بازار میں لاکر فروخت کیا کرتا تھا۔ نیک چلنی اور کفائت شعاری کی برکت سے اُس نے چند سالوں میں دولت و ثروت میں اچھی طرح ترقی کی۔ ترقی دولت کے ساتھ جب نئے دوستوں کی سوسائٹی میں اس نے قدم رکھا۔ تو شراب پینے کی بھی عادت پڑ گئی۔ کیونکہ یہ ایک شوشل عادت ہے کہ نہائت غریب اشخاص عموماً شراب نہیں پیتے۔ لیکن جب اُن کی گرہ میں کچھ روپیہ آجاتے۔ اور اُنھیں دوستوں کی صحبت میں بیٹھنے۔ مذاق کرنے اور اخبارات پڑھنے کا موقع ملے۔ تو وہ فوراً اس عادت بد میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس زمیندار نے بھی وقت زر کو مٹنا لگا یا ہی تھا کہ اس کے کاروبار میں ابتری پھیل گئی۔ اور وہ خود سست اور بے پرواہ ہوگیا۔ اس کی دانشمند بیوی نے دیکھا کہ اگر چندے یونہی صورت رہی۔ تو گھر تباہ ہو جائیگا۔ چنانچہ اُس نے اسے نصیحت کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ مگر موقع اور وقت کی منتظر رہی۔ ایک رات وہ ایسی بدمستی کی حالت میں گھر آیا جبکہ اُس کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے۔ اور وہ بمشکل اُن پر کھڑا ہو سکتا تھا۔ صبح کو جب زمیندار اُٹھا تو اُس کے سر میں سخت درد ہو رہا تھا۔ وہ سر کو رومال باندھکر گھوڑے کو پانی پلانے میں مصروف ہوا۔ بیوی نے کہا۔ پیارے میں ایک بات کہوں تم اپنے گھوڑے سے کیوں سبق نہیں لیتے جب تمہارا گھوڑا سیراب ہو جاتا ہے تو اپنا سر اٹھا لیتا ہے اور پھر پانی نہیں پیتا۔ زمیندار نے جواب دیا کہ جب تک یہ گھوڑا اکیلا ہے اسکے لئے یہ عادت موزون ہے۔ لیکن اگر اسی ناند کے دوسرے کنارے پر ایک اور گھوڑا ہوتا اور وہ اس کا جام صحت تجویز کرتا۔ تو شرط رو رہ پینے پلانے سے

انہیں ایک لحظہ بھی فرصت نہ ملتی ۔

مرد اور بچے تمباکو اور حقہ پینے میں بھی اِس غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ جو مضر اور تیز شرابوں کے استعمال کی عادت اختیار کرنے سے اُن سے ظہور میں آتی ہے۔ بعض اشخاص کا مقولہ ہے کہ "ہم نہیں جانتے کہ جو کچھ تم کر رہے ہو۔ وہ صحیح ہے یا غلط ؟ کیونکہ ہم نے اِس مسئلہ پر اچھی طرح غور نہیں کیا۔ اِس دنیا میں حتی الامکان اپنے آپ کو خوش و مسرور رکھنے کے لئے ہم وہ چیزیں کھاتے پیتے ہیں۔ جو ہمیں بھلی معلوم ہوتی ہیں" ۔

دوستو! اگر تم نہیں جانتے تو اب وقت ہے کہ اِس غلطی پر تنبیہ حاصل کرو۔ کیونکہ قانون کی ناواقفیت مجرم کو سزا سے نہیں بچا سکتی۔ جو لوگ زندگی کے پُر خار وادی میں بے پروائی اور ناعاقبت اندیشی سے قدم رکھتے ہیں۔ انھیں آخر کار اپنی سہل انگاری کا خمیازہ اُٹھانا پڑتا ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ چند سال ہوئے اِسی قسم کا ایک مبہوت شخص میرے عجائب گاہ واقع نیویارک میں آیا تھا۔ اس کے ساتھ ایک دوازدہ سالہ لڑکی بھی تھی۔ جو عجائب گاہ کی نادر اور عجیب چیزوں کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئی۔ مگر اُس کے مردہ دل اور بےحس والد نے کسی شے کو بھی دلچسپی کی نگاہ سے نہ دیکھا۔ یہاں تک کہ وہ سیامی توام بچوں† کے کمرے میں پہنچے۔ لڑکی قدرت کے اِس عجیب نمونے کو معائنہ کرکے دنگ رہ گئی۔ اِس کا مُردہ دل باپ بھی اِس موقع پر مہتمم سے توام بچوں کیطرف اشارہ کرکے یہ سوال کرنے سے باز نہ رہ سکا کہ "یہ کیا ہیں ؟"

مہتمم :- "جناب - یہ سیامی توام ہیں" ۔

بےحس ناظر :- "یہ کہاں سے آئے ہیں ؟"

مہتمم :- "سیام سے - اور دونوں ایکدوسرے سے اِسطرح پیوستہ ہیں

† مسٹر بارنم کے عجائب گاہ میں جہاں بہت سی عجیب الخلقت جاندار چیزیں فراہم تھیں دو سیامی توام بچے بھی تھے جنکے پہلو جڑے ہوئے تھے یعنی کہ اُن کا چمڑا ایک پہلو کا مشترکہ تھا اسلئے وہ سدا اکٹھے سوتے۔ چلتے۔ پھرتے اور بیٹھتے تھے ۔

کہ کسی طرح جُدا نہیں ہو سکتے"۔

بحیثیت ناظر:- "میں خیال کرتا ہوں کہ یہ بھائی ہونگے"۔

میں جن ایام میں مانچسٹر (انگلینڈ) میں مقیم تھا۔ تو ایک روز پیل پارک میں سے گزرتے ہوئے ایک سنگ مزار پر یہ کتبہ نظر پڑا۔ "میرا انمول۔ میری جائداد اور مقبوضات کی کثرت کیوجہ سے نہیں بلکہ میری ضروریات کے نہائت محدود اور قلیل ہونیکے باعث ہی ہے" جس شخص کی قبر پر یہ الفاظ کندہ تھے۔ اُسنے غربت اور افلاس کیحالت میں میدان زندگی میں قدم رکھا تھا۔ یہ ایک شریف اور فیاض شخص تھا۔ رفتہ رفتہ یہ روئی کے ایک بڑے کارخانے کا مالک بنگیا۔ گو اسنے اپنی زندگی میں بہت سا روپیہ خیرات میں دیا۔ نمود اور نمائش پر اس نے کبھی ایک حبہ بھی صرف نہیں کیا تھا۔ خود اسکی خواہش پر مندرجہ بالا کتبہ اس کے سنگ مزار پر کندہ کرایا گیا تھا۔ اگر اہل امریکہ اس مطلا مقولہ پر عمل کریں تو اُن کی زندگی نہائت خوشی اور راحت میں بسر ہو سکتی ہے۔

دیانت اور راستبازی میں فرق نہ آنے دو۔ جو شخص دیانتداری کے اصول سے ذرا بھی انحراف کرتا ہے۔ وہ نہ صرف اپنی خود عزت کرنیکے مادہ کو ضائع کر دیتا ہے بلکہ لوگوں کی نگاہوں میں بھی ذلیل و بے اعتبار ہو جاتا ہے جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ ڈاکٹر فرینکلن کا یہ مقولہ آب زر سے لکھے جانیکے قابل ہے کہ "دیانتداری بہترین پالیسی ہے"۔ ایف۔ ولڈو امرسن کہتا ہے کہ دھوکہ دینے سے کسی اور آدمی کو اس قدر ضرر نہیں پہنچی۔ جسقدر کہ خود فریب دہندہ کو اس کوشش میں نقصان پہنچتا ہے۔ اس بات کو زیادہ وضاحت سے ذہن نشین کرنے کے لئے کہ قوانین قدرت اور دیانت داری کے اصولوں سے انحراف کرنے والے سزا سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ میں ذیل میں حضرت آدم و حوا کے بہشت سے نکالے جانیکے واقعہ کو بطور تمثیل بیان کرتا ہوں۔

مسٹر ٹھیکری[۱] جنسے مجھے انگلستان اور امریکہ میں بارہا ملنے کا فخر حاصل

(۱) مسٹر ٹھیکری انگلستان کا ایک مشہور فسانہ نگار اور مصنف گزرے ہیں۔ ۱۸۱۱ء کو کلکتہ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۶۳ء کو انگلستان کے شہر کنسنگٹن میں وفات پائی۔

ہوچکا ہے۔ اُنھوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ یکشنبہ کی شب کو میں سینٹ پال میں لکچر دے رہا تھا۔ تو اس مضمون کا ایک اشتہار میری نظر سے گزرا۔ کہ کل صبح کو ایک خاص میدان میں۔ جو شہر سے پندرہ میل کے فاصلے پر تھا۔ درختوں کے جھنڈ میں مجلس وعظ منعقد کی جائیگی۔ چونکہ کبھی اس قسم کا جلسہ میری نظر سے نہ گزرا تھا۔ اس لئے مجھے اس کے دیکھنے کا شوق دامنگیر ہوا۔ میں نے یہ ارادہ مالک سرائے سے ظاہر کیا جس نے علی الصباح مجھے وہاں لیجانے کا وعدہ کیا۔ جب ہم اس خوبصورت جھنڈ کے قریب پہنچے۔ تو تقریباً تین ہزار مردوں عورتوں اور بچوں کا مجمع نظر آیا۔ جو سب کے سب کسان اور مزدور وغیرہ تھے۔ اور دس سے بیس میل تک کا سفر کر کے اہل عیال سمیت بیلوں اور چھکڑوں پر اس میدان میں آسمانی سائبان کے نیچے خدا کی عبادت کرنے کی غرض سے آئے تھے یہ ایک ایسا دلکش اور عظیم بالشان نظارہ تھا۔ جو اب تک میری نظر سے نہیں گزرا تھا۔ وعظ سے پہلے میں نے خیموں کے گرد چکر لگایا۔ اور ہر ایک چیز کو غور و تعمق کی نگاہوں سے دیکھتا گیا۔ اتنے میں نرسنگھے کی آواز نے لوگوں کو آگاہ کیا کہ وعظ شروع ہونے والا ہے۔ اور سب کے سب وعظگاہ میں آگر زمین پا بھدی بنچوں پر بیٹھ گئے۔ پہلے ایک نوجوان پادری نے اٹھکر انجیل کے چند فقرات پڑھکر اُنپر وعظ کہنا شروع کیا۔ لیکن مجھے جلد معلوم ہوگیا کہ یہ کالج کا ایک تعلیم یافتہ اور نا تجربہ کار نوجوان ہے۔ اسکی تقریر علمی اصطلاحوں پر مبنی ہونیکی وجہ سے اسقدر مشکل تھی کہ دیہاتی سامعین اسے اچھی طرح سمجھ نہ سکے۔ اسکے بیٹھ جانے پر دوسرے نوجوان پادری نے وعظ کا سلسلہ سنبھالا۔ چونکہ اسکی تقریر بھی اول الذکر کیطرح بعید الفہم تھی۔ اس سے سامعین کو کچھ لطف حاصل نہ ہوا میں نے خیال کیا کہ آج کی مجلس وعظ ناکامی سے ختم ہوگی لیکن اتنے میں ایک بڑے لٹھ شخص کا نیم تعلیم یافتہ بیٹھو دسٹ واعظ مجلس کو سر داور ہوش سے خالی پاکر اُٹھا۔ اور اپنی معمولی تقریر میں جسکے فقرات قواعد صرف و نحو کی پابندیوں سے آزاد تھے۔ یوں کہنا شروع کیا ؛

بھائیو اور بہنو! میں پہلے پیدائش کے متعلق کتاب مقدس کی چند آیتیں

پڑھ کر پھر اُن کی تشریح کروں گا۔ اِس کے بعد اُس نے پُرانے عہد نامہ کے چند فقرات جو پیدائش اور باغ عدن کی نسبت تھے پڑھکر سنائے اور بائبل بند کرلی۔ اور پھر حاضرین سے یوں مخاطب ہوا:

بھائیو اور بہنو! بہشت عدن دنیا میں ایک بے نظیر باغ تھا خدا نے آدم اور حوا کو اُس میں رکھا اور بولا کہ میدانوں کے حیوانات اور ہوا کے پرندوں اور دریا کی مچھلیوں پر تمہیں پورا اختیار دیا جاتا ہے۔ بلکہ یہ باغ عدن بھی تمہیں نذر کیا جائے گا۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائے اور تم بکمال آرام و آسائش اپنی زندگی بسر کرسکو۔ سوائے اِس سیب کے درخت کے جو خاص میرا ہے۔ تم یہاں جو چیز چاہو تناول کرسکتے ہو اِس سیب کے درخت کو ہرگز مس نہ کرو۔ ورنہ تمہیں اس حکم کی خلاف ورزی کی سزا ہو جائیگی۔ یاد رکھو کہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ میں کہتا ہوں اگر تم نے ایک سیب کو بھی چھوا تو مجھے معلوم ہو جائیگا۔ اور تم سزا سے نہیں بچ سکتے۔ میں اب تھوڑی دیر کے لئے باہر جاتا ہوں۔ لیکن جو کچھ میں نے کہا ہے۔ اُس کا خیال رکھنا۔ آدم و حوا نے کہا کہ ہم ان سیبوں کو ہرگز نہ چھوئینگے۔ گو اس وقت اُنھوں نے صداقت سے اِن سیبوں کو مس نہ کرنے کا وعدہ کرلیا تھا۔ مگر دیکھو کہ آخر کار حرص نے اِن کو اِس طرح مغلوب کرلیا۔ آقا کو گئے ہوئے ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا۔ کہ سانپ نے نمودار ہوکر اماں حوا کو سلام کیا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ کس صورت میں سانپ نمودار ہوا تھا۔ کیونکہ کتاب مقدس میں اِس کا کچھ ذکر نہیں ہے تاہم اس میں کچھ شک نہیں کہ اُس نے ایسی صورت اختیار کی تھی جو اماں حوا کو نہایت بھلی معلوم ہوئی۔ سلام کرنیکے بعد سانپ نے کہا کہ آپ کا یہ باغ تو نہایت عجیب و خوشنما ہے؟"

حوا: "نی الواقع اعلیٰ درجے کا ہے"۔

سانپ: "ہاں اِس باغ میں داخل ہوتے وقت اِن نفیس سیبوں پر میری نگاہ پڑی تھی"۔

حواہ: "وہ ہمارے آقا کے سیب ہیں۔ لیکن اس کے سوا سیب کے اور بھی شیرالتوام

پیڑ باغ میں ہیں جنہیں ہم شوق سے کھا سکتے ہیں" ؎

سانپ :۔ "آقا کے درخت کے سوا دیگر پیڑوں کے سیب کھٹے ہیں"۔ سانپ نے اپنے قول کی تصدیق میں چند سیب توڑ کر حوّا کو دئیے۔ جو کھٹے تھے۔ اسکے بعد ممنوع درخت کا ایک سیب لاکے دیا۔ جیسا کہ گناہ شیریں ہوتا ہے اسی طرح یہ سیب بھی میٹھا تھا۔ پھر تو حوّا نے ممنوع درخت کے متعدد سیب توڑ کر کھا لئے جو غالباً ایک درجن ہونگے کیونکہ صحیح تعداد معلوم نہیں۔ جب آدم باغ میں آیا تو اس نے حوّا سے کہا کہ "آخر کار تم نے ممنوع سیب کھا لیا۔ اب تم ضرور اس نافرمانی کا خمیازہ اٹھاؤ گی جب سیب کے اور بہت سے درخت باغ میں موجود تھے۔ تو تم نے پھر آقا کے پیڑ کا پھل کیوں کھایا"؟

حوّا:۔ "ہمارے سیب کھٹے ہیں۔ اور آقا کا سیب نہائت شیریں ہے۔ ذرا چکھ کر تو دیکھو"۔ آدم کا بھی جی للچایا۔ اور اُسے ممنوع سیب کا ایسا لطف آیا کہ اُس نے بھی بہت سے سیب کھا لئے۔ اِتنے میں اُنہوں نے آقا کے پاؤں کی آہٹ سُنی جو باغ میں آ رہا تھا۔ آدم و حوّا مجرموں کی طرح ڈرتے ہوئے جھاڑیوں میں جا چھپے۔ آقا نے اُنکو پکارا جسپر وہ دونوں سر جھکائے ہوئے باہر نکلے۔ آقا نے کہا کہ آخر تم نے میری نافرمانی کی۔ اور ممنوع پیڑ کا پھل کھا لیا ؎

آدم :۔ "مینے تو اِن کو چھوا تک نہیں"۔ گنہگاروں کا قاعدہ ہے کہ پہلے تو وہ جرم کرتے ہیں۔ پھر جھوٹ بولکر اُسکو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ اُن کو اِس بات کا خیال نہیں ہوتا کہ وہ غلط بیانی سے اپنے گناہ کو زیادہ کر رہے ہیں

آقا :۔ "تم نافرمانی کے بوجھ کو جھوٹ سے گرانبار نہ بناؤ"۔ آدم نے پھر کہا کہ مینے

اِن سیبوں کو مس تک نہیں کیا - حوّا نے بھی اُس کے کلام کی تائید کی - اور ممنوعہ سیب تناول کرنے سے صاف انکار کر دیا - آقا نے حوّا سے بھی یہی کہا کہ تم اپنے گناہوں پر جھوٹ کا اضافہ نہ کرو - تم دونوں نے میری نافرمانی کی ہے - اور میں ضرور تمہیں سزا دونگا - لیکن آدم و حوّا اپنی بے گناہی پر اصرار کرتے تھے - آقا نے اُس پیڑ کے نیچے کی زمین کی طرف اشارہ کرکے آدم سے کہا کہ "دیکھو اِس درخت کے نیچے سیبوں کے چھلکے پڑے ہیں" آدم و حوّا نے یہ دیکھکر سر جُھکا لیا - گویا اپنے گناہوں کا اقرار کر لیا - اِن کا جرم ثابت ہوگیا - اور اِس نافرمانی کی سزا کو پہنچے +

بھائیو اور بہنو! (سیدھے کھڑے ہوکر) اِس مہتم بالشان اور اہم امر کو ہمیشہ یاد رکھو کہ خلّاق عالم نے - جس کی دانائی اور طاقت غیر محدود ہے - اِس دنیا کو اِس طرح پیدا کیا ہے - کہ ہم کسی طرح اُسے دھوکہ نہیں دے سکتے - خواہ تاریکی میں کوئی بُرا فعل کیا جاوے - خواہ چھپ کر - ممنوع سیب کی طرح اُس کے نشانات ضرور مجرم کو پکڑوانے کا باعث ہونگے - اور جلد یا دیر میں وہ گناہ روز روشن کی طرح آشکارا ہو جائے گا - مسٹر ٹھیکری بیان کرتے ہیں کہ یہ وعظ ایسا دلچسپ اور نتیجہ خیز تھا کہ سب نے اِس کی تعریف کی - اور تین ہزار حاضرین پر اِس کا ایسا برقی اثر ہوا - جو جدید زمانہ کے فصیح اللّسان واعظ ایک سال میں بھی پیدا نکر سکتے - بلاشبہ قانون قدرت کے توڑنے والا خواہ وہ مرد ہو یا عورت یا بچہ - سزا سے نہیں بچ سکتا +

باب یازدہم

ثابت قدمی۔ کاروبار سے کنارہ کش ہونا۔ دنیا کو خوشگوار بنانا

انسان کو کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ زندگی کے روشن اور چمکدار رخ کو ہر وقت مدنظر رکھنا لازم ہے۔ مالی نقصانات کا جرأت سے مقابلہ کرو۔ اور یاد رکھو کہ تاریک ترین گھنٹے کے بعد صبح کی روشنی نمودار ہوتی ہے دیکھا دیدہ ہمت نہ ہارو۔ بلکہ مالی اور دیگر ناکامیوں کو (جن کا اکثر اولو العزم اور راہ راست پر چلنے والے اشخاص کو سامنا کرنا پڑتا ہے) بمنزلہ تبدیل ہیئت کردہ برکت کے خیال کرو ٭

چند سال کا ذکر ہے کہ میں شہر نیو یارک سے کنساس کو روانہ ہوا۔ دوسرے روز ایک ضعیف العمر شخص مجھے گاڑی میں ملا۔ جس نے خود اپنے آپکو مجھ سے انٹروڈیوس کیا۔ اور بولا کہ "بارہا آپ کا ذکر خیر سنکر میں آپ کی ملاقات کا نہائت مشتاق تھا۔ خوش قسمتی سے اب موقع ملا ہے۔ اور چند منٹ آپ سے گفتگو کرنے سے مجھے نہائت مسرت حاصل ہوگی"۔ میں نے اُسے ایک کرسی پر بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ اُس نے مجھے اپنی سوانح عمری سنانی شروع کی اور اپنی عمر ۸۲ سال کی بتائی۔ یہ کئی سال تک الینواس میں رہ چکا تھا۔ اور اب مشرق کے سفر سے جہاں وہ پیدا ہوا تھا۔ اپنے رشتہ داروں سے دوستوں سے الوداعی ملاقات کر کے واپس آرہا تھا۔ اِس ضعیف العمر شخص نے مجھے بتایا کہ کسطرح اُسنے سخت محنت سے پہلا ڈالر پہلے دس ڈالر اور پہلے پچاس ڈالر کمائے اور کسطرح وہ پس انداز روپے سے زمین خریدتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ کئی سو ایکڑ اراضی کا مالک ہوگیا۔ شخص مذکور نے بیان کیا کہ چونکہ میں اور دیگر زمیندار اپنی

پیداوار کو منڈی میں نہیں پہنچا سکتے تھے۔ اِس لئے اِسقدر اراضی حاصل ہو جانے پر بھی ہماری غربت دور نہ ہوئی۔ مگر بعد میں ریلوے بنجانے پر ہمیں غضب فائدہ ہونے لگا۔ دولت و ثروت کے منہ کے دکھلاتے ہی ہم آپے سے باہر نکل گئے۔ ہر ایک زمیندار نے عالیشان مکانات بنوا کر انپر باہر سفیدی پھروادی۔ تموّل کے نشہ میں گھروں کو سامان عیش و راحت سے آراستہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا گیا۔ مگر غفلت سے ایک نے بھی اپنے انبار خانوں کو وسعت ندی۔ تم اب الینوائس میں صدہا میل تک مزروعہ کھیتوں میں سفر کر سکتے ہو۔ جہاں تمہیں اپنے دہنے بائیں زمینداروں کے بڑے بڑے سفید مکانات نظر آئینگے۔ ہمارے شیرخوار بچے جب کسی قدر بڑے ہو کر گھر سے باہر نکلنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ تو وہ گھر کے بیرونی حصے پر سفیدی پھری ہوئی دیکھکر خیال کرتے ہیں کہ "آہا - ہمارا باپ بڑا دولتمند ہے - امید ہے کہ وہ مجھ سے زیادہ
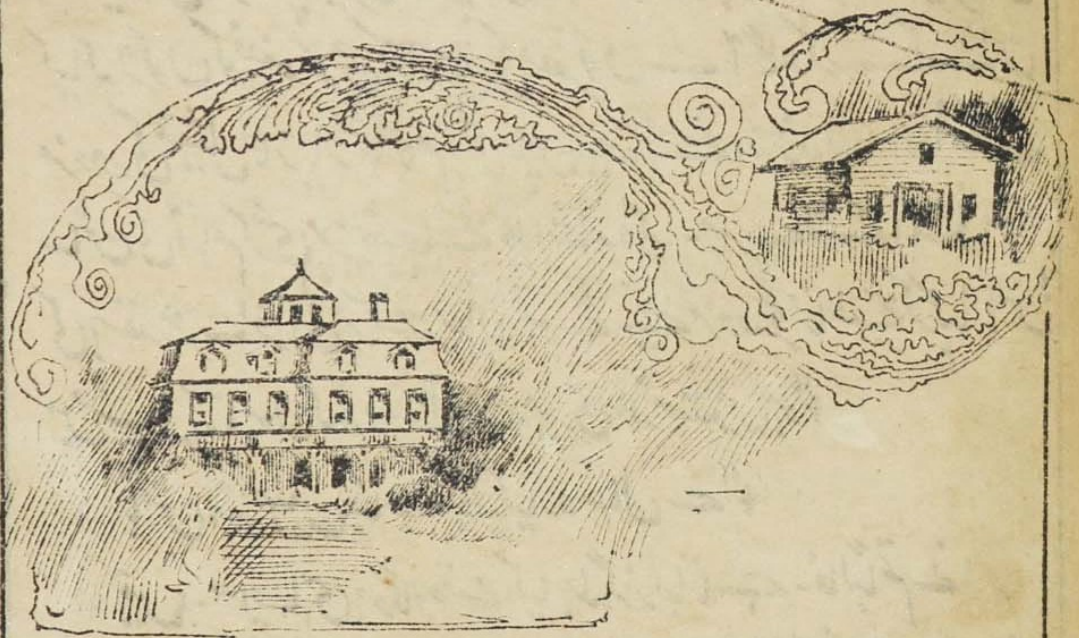
نہیں لیگا" اِس خام خیالی اور "پدرم سلطان بود" کے تصوّرات کا یہ نتیجہ ہے کہ ہماری اراضی کے کاروبار زراعت زیادہ تر جرمن اور سویڈن کے کاشتکار جو نہائت محنتی اور کفائت شعار ہیں۔ انجام دیتے ہیں۔ کاشتکاران مذکور اپنی جفاکشی اور مآل اندیشی کی بدولت اب الینوائس کے [illegible]

زاید کے مالک ہو گئے ہیں۔ گو میں نے اور میرے ہمسایوں نے اپنے لڑکوں کو محنتی اور کفائت شعار بنانے کی سخت کوشش کی ہے۔ مگر موجودہ حالات میں اُن کا اپنی عادتوں کو تبدیل کر دینا نہائت مشکل معلوم ہوتا ہے۔ میرے بعض پڑوسی نمود و نمائش کے ہاتھوں ایسے تنگ آ گئے ہیں کہ اُنھوں نے اپنے مکانات پر بڑے بڑے گنبد تعمیر کرائے ہیں۔ اِس قسم کے قبّہ رکھنے والے گھروں میں ایک لڑکا بھی ایسا نہیں جو کبھی کام کو ہاتھ لگاتا ہو۔ قُبّہ دار مکانوں کے نوعمر مکین اپنے آپ کو معمولی درجے کے انسانوں سے بہت اونچا سمجھتے ہیں۔ گھر سے مشرق کو روانہ ہونے سے پہلے میں نے اپنے لڑکوں۔ پوتوں۔ پڑوسیوں اور نوکروں کو جمع کر کے الوداعی دعوت دی۔ کیونکہ کبرسنی کی وجہ سے مجھے اُمید نہ تھی کہ میں اِس دور و دراز سفر سے صحیح و سلامت لوٹونگا۔ اسلئے میں نے اپنے لڑکوں کو آخری مرتبہ نصیحت کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ کھانا کھا چکنے کے بعد ایک ڈچ مزدور پر میری نگاہ پڑی۔ جو گھر کے باہر کام کر رہا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ لڑکوں کو فضول خرچی اور سستی کی مضرتوں سے آگاہ کرنے کے لئے اس مزدور کی تمثیل تازیانہ کا کام دیگی۔ پس میں نے اُسے اندر بُلا لیا۔ اور اُسے سُرخ ساٹن کی آرام کرسی پر بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ میرے لڑکے ایک ادنیٰ مزدور کی اِسقدر عزت افزائی پر سخت حیران ہوئے۔ میں نے مزدور سے مخاطب ہو کر کہا "ہانس! میں خیال کرتا ہوں کہ تم نو سال سے میری ملازمت میں ہو"۔

ہانس:۔ "نہیں جناب۔ بلکہ گیارہ سال سے"۔

میں:۔ "ایسا ہی ہوگا۔ وقت کیا جلد گزر جاتا ہے۔ غالباً تم نے اس امر کو فراموش نہ کیا ہوگا کہ ابر و باد و باران کے ایام میں موسمی سختی سے بچانے کے لئے میں تمہیں انبار خانہ میں کام دیتا رہا ہوں۔ تاکہ تم باہر رہ کر تکلیف نہ اٹھاؤ"۔

ہانس:۔ "ہاں جناب۔ مجھے آپ کی وہ عنایات اب تک نہیں بھولیں۔ اور نہ کبھی آئندہ فراموش ہونگی۔ جب کہ دیگر زمینداروں کے مزدوروں کو ایسے بُرے موسموں میں کھیتوں یا آسمان کے نیچے مصائب برداشت کرنا پڑتا تھا۔ آپ

بڑی مہربانی سے مجھے انبار خانہ میں جگہ دے کر شدائد موسم سے محفوظ رکھتے تھے مجھ سے آپ کی اس مہربانی کا شکریہ ادا نہیں ہو سکتا"؛
میرے لڑکے اور پوتے اور نواسے بڑی توجہ اور غور سے اس گفتگو کو سن رہے تھے۔ اور یہی میرا مدعا تھا ؛

میں :۔ "اہل جرمن نہائت محنتی۔ جفاکش اور کفائت شعار ہوتے ہیں تم اپنے پس انداز روپے سے ہماری زمین خریدتے رہتے ہو۔ بہت عرصہ نگذرنے پائیگا۔ کہ میرے مرنے کے بعد تم اپنی محنت اور کفائت شعاری کی بدولت میری اراضی کے مالک ہو جاؤ گے۔ اور میرے لڑکے یا پڑوتے کاشتکاروں کیطرح تمہاری خدمت کرینگے۔ میں تم سے صرف یہی درخواست کرتا ہوں کہ اگر ایسی صورت واقع ہو تو تم میرے لڑکوں سے اسی انسانیت سے سلوک کرنا جس مہربانی سے میں تم سے پیش آ رہا ہوں"؛
جب میرا سلسلہ کلام یہاں تک پہنچا تو میں نے دیکھا کہ میرے ورثا کے چہرے غصہ سے سرخ ہو گئے ہیں۔ لیکن میں نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی۔ کیونکہ میں سچ کہ رہا تھا۔ اور سچ ہمیشہ کڑوا لگتا ہے ؛

کاروبار سے کنارہ کشی اختیار کرنا

اہل امریکہ کی سب سے بڑی تمنا یہ ہے کہ دولت کما کر کاروبار سے کنارہ کش ہو جائیں۔ میں نے بھی ۱۸۶۶ء میں ایسا ہی کیا تھا۔ میرے دو عجائب خانے آتشزدگی سے جل کر راکھ ہو گئے تھے۔ مگر پھر بھی میرے پاس اسقدر روپیہ باقی رہ گیا تھا کہ میں بقیہ عمر بافراغت گوشہ خلوت میں بسر کر سکتا تھا جی میں آئی کہ دنیا کے دھندوں کو چھوڑ کر گوشہ عافیت میں جا بیٹھوں۔ جہاں "کس نگوید کہ ازیں جا خیزد آنجا برو" کے مصداق کسی قسم کی دنیاوی پریشانی میری راحت و آرام میں مخل نہ ہو سکے۔ بس میں نے ففتھ ایونیو میں ایک مکان خرید لیا۔ سرما ان اس مکان میں بسر کرکے موسم گرما میں برج پورٹ چلا گیا۔ میں اس بات سے جو شخص نہائت ضعیف ہو جائے۔ اور دوسرے ملی دو ماغی مناسب طور پر کام

خوش و مسرور تھا کہ مکروہات و علائق زمانہ سے میرا بالکل قطع تعلق ہوگیا ہے۔ ففتھ ایوینیو کے مکان کی کھڑکیوں سے میں سوداگروں۔ مہاجنوں اور دیگر پیشہ وروں کو سوار و پیدل اپنے کاروبار کی دھن میں دیوانہ وار بھاگے جاتے ہوئے دیکھتا تھا۔ اور خدا کا شکر بجالاتا تھا کہ میں ان تمام بکھیڑوں۔ دردسر۔ مایوسیوں اور ناکامیوں سے چھوٹ گیا ہوں۔ لیکن یہ میری غلطی تھی اور اصل میری عمر اسقدر زیادہ نہ تھی۔ جن کے لئے کاروبار سے کنارہ کشی ضروری متصور ہوگئی تھی میرا دماغ ویسا ہی صاف اور طاقتور تھا۔ جیسا کہ ایک تندرست و توانا نوجوان کا ہوسکتا ہے۔ میرے قوائے عقلی و جسمانی میں بھی کسی قسم کا فرق واقع نہ ہوا تھا میرا باہر نکلنا بہت کم ہوگیا تھا۔ یہاں تک کہ روشن اور خوشنما دنوں کو بھی میں شاذ و نادر سوار ہوکر ہواخوری کو نکلتا تھا۔ وہ بھی تھوڑی دور تک جا کر واپس لوٹ آتا تھا۔ یہ خفیف و اتفاقیہ ورزش دوران خون کو تیزی بخشنے کے لئے ہرگز کافی نہ تھی۔ اتفاقاً میرے خاندان کی ایک عورت بیمار ہوئی جسکے معالجہ کیلئے پولنڈ کے مشہور ڈاکٹر ہربکی کو طلب کیا گیا۔ ایک صبح کو ڈاکٹر مریضہ کے کمرے سے نکل کر میرے کمرے میں آیا اور ٹوٹی پھوٹی انگریزی زبان میں جو کانوں کو بھلی معلوم ہوتی تھی۔ مجھسے یوں مخاطب ہوا:۔ "آج کا دن نہایت خراب اور طوفان خیز ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ شاید آج آپ دفتر نہیں جائینگے"۔

میں نے فخریہ لہجے میں جواب دیا کہ "میرا کوئی دفتر نہیں"۔

ڈاکٹر:۔ "کیا تم نے اپنا کاروبار چھوڑ دیا ہے؟"

میں:۔ آپ کا خیال درست ہے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ میں اس قدر روپیہ کما چکا ہوں۔ جس سے زندگی کے ایام بآرام بسر کرسکوں"۔

ڈاکٹر:۔ "تو تم ضرور مروگے"۔

میں:۔ "موت سے کسی کو چارہ نہیں۔ سبکو یہی راہ درپیش ہے"۔

ڈاکٹر:۔ "نہیں۔ تم جلد مروگے"۔

میں:۔ "ایسا نہ فرمائیے"۔

ڈاکٹر:۔ "کیا تم نے اپنے ان دوستوں کو نہیں دیکھا۔ جنہوں نے قبل از وقت اپنے کاروبار کو چھوڑ دیا۔ اور وہ آناً فاناً موت کا شکار ہو گئے۔ تم اہل امریکہ شب روز ستار عیوب قاضی الحاجات ڈالر کی پرستش کرتے رہتے ہو کام کاج میں۔ گھروں میں۔ کھانا کھانے کے وقت غرضکہ اُٹھتے بیٹھتے تم ڈالر کمانے کی ادھیڑ بن میں لگے رہتے ہو۔ راتوں کو خواب بھی تمہیں ڈالر ہی کے آتے ہیں۔ ہر وقت روپے ہی کا تصوّر بندھا رہتا ہے۔ یا تو سرگرمی کا یہ عالم۔ یا کچھ روپیہ جمع ہو جانے پر دفعتہً کاروبار کو دھتا بتا کر گوشہ نشین ہو جاتے ہو۔ اور یہ خیال نہیں کرتے کہ آیا تمہارے آرام کرنے کا وقت بھی آیا ہے یا نہیں۔ خواہ اُس وقت تمہاری عمر تیس سال کی ہو یا پچاس برس کی۔ جھٹ پٹ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اٹھ کھڑے ہوتے ہو۔ لیکن اس قبل از وقت آرام طلبی کا نتیجہ نہائت مہلک ثابت ہوتا ہے۔ کیا تم آہنگروں کو نہیں دیکھتے جنکے بازؤں کے پٹھے ہتھوڑہ چلانے سے پھول کر بڑے اور سخت ہو جاتے ہیں۔ اگر اُن میں سے کوئی پانچ سال تک کام چھوڑ دے تو اُس کے وہی قوی اور سخت بازو بچّوں کیطرح نرم اور کمزور ہو جائینگے اہل امریکہ کا بھی یہی حال ہے۔ اِن کا دماغ روپیہ کمانے کے تصورات میں شب و روز نہائت تیزی سے غلطاں و پیچاں ہونے سے اور ایک جوش کے عالم میں رہنے سے بہت بڑھ جاتا ہے۔ کاروبار کے ترک کر دینے سے دماغ کا کام دفعتہً بند ہو جاتا ہے۔ کافی ورزش نکرنے سے صحت اور دوران خون میں فتور آ جاتا ہے۔ دماغ معطّل و بیکار پڑے رہنے سے روز بروز سکڑتا اور سمٹتا چلا جاتا ہے اور کھوپری میں خلا پیدا ہو جانے سے قبل از وقت موت کا شکار ہو جاتے ہیں"۔

میں:۔ "اگر آپ کا قول ٹھیک ہے۔ تو میری گوشہ نشینی فی الواقع خوفناک ہی ہے"

ڈاکٹر:۔ "میرے کلام میں نام کو بھی مبالغہ نہیں"۔

میں:۔ "کیا سب کو ایسا ہی تلخ نتیجہ برداشت کرنا پڑتا ہے؟"

ڈاکٹر:۔ "بلاشبہ۔ کیونکہ قوانین قدرت کسی کی رعائت نہیں کرتے۔ ہاں جو شخص نہائت ضعیف ہو جائے۔ اور قوے عقلی و دماغی مناسب طور پر کام

کام سے کنارہ کشی کرنا
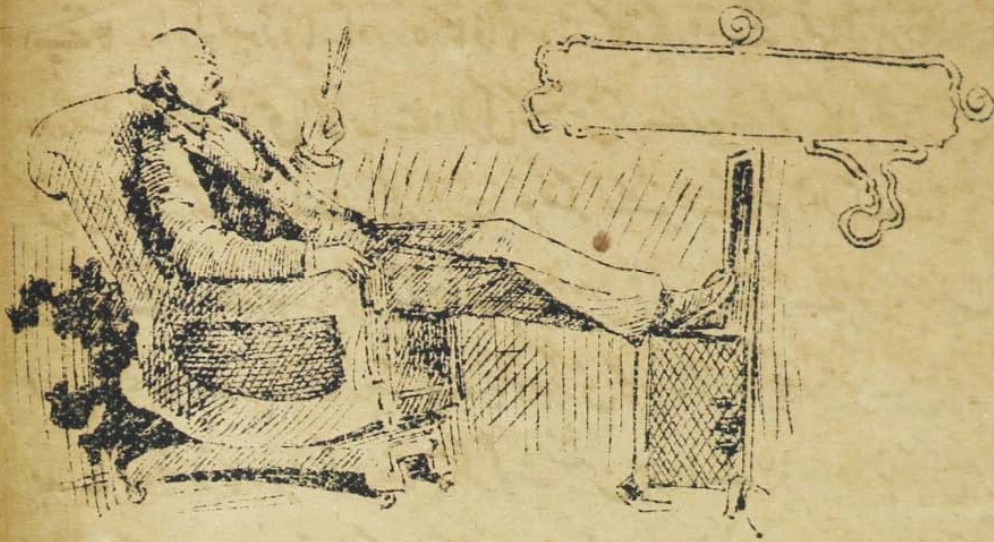
کرنے سے جواب دے دیں۔ اور اُس کی بھویں بڑھ کر آنکھوں کو ڈھانپ لیں ایسا
معمر آدمی جب چاہے۔ کاروبار کو ترک کرکے گوشہ نشین ہوسکتا ہے۔ اور ایسے
کنارہ کشی سے کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچ سکتا"

دنیا کو خوشگوار بنانا

ہم سب کو حتی الوسع دنیا کو خوشگوار بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہر ایک
گھر بجائے خود خوشی اور فرحت کا نمونہ ہو۔ خواہ کوئی شخص کیسا ہی غریب کیوں
نہ ہو اُسے اپنے گھر کو اُن اشیا سے محروم نہیں رکھنا چاہیے۔ جو مسرت و شادمانی
پیدا کرنے کا باعث ہوسکتی ہیں۔ یہ بھدی اور گنواری مثل بہت کچھ صداقت سے
لبریز ہے کہ "ہنسو اور فربہ بنو"

تمہارا حکیم بھی تمہیں بتائیگا کہ اپنے تفکرات کو کھانے کی میز پر ہرگز نہ لاؤ۔
اکثر خاندان اِس ہدایت کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ اِس سے ہاضمہ بگڑ جاتا ہے
اور صحت کو نقصان پہنچتا ہے۔ تمہارا گھر پھولوں کے گلدستوں یا گملوں۔ عمدہ کتابوں
اور آلات موسیقی سے خالی نہیں ہونا چاہیے۔ موسیقی ایک ایسا جادو ہے جو
وحشی طبیعتوں کو بھی رام کر لیتا ہے۔ اگر تم پیانو کی قیمت نہ ادا کر سکو تو وستی باجا یا
کم سے کم ایک چنگ ہی خرید لو۔ تمام آلات موسیقی زندگی کی نئی روح اجسام میں

پھونکتے ہیں۔ اور گھر کی رونق اور چہل پہل کو ایک سے دو چند کر دیتے ہیں۔ غرضکہ اپنے گھر کو ایسا دلفریب اور خوش آیند بناؤ۔ کہ تمہارے خاندان کے کسی ممبر کو کلب یا کسی بڑے تفریحی مقام میں جانے کا خیال تک نہ آوے۔ قصوں۔ داستانوں اور مذاقیہ رسالوں سے بھی دل بہلاتے رہو۔ کیونکہ خوشی خرمی اور ہنسنا بہترین اطبا کا کام دیتے ہیں۔ انگلستان کے باشندے اہل سکاٹ لینڈ کی طرح امریکن مذاق کو سمجھ سکتے۔ بالخصوص عملی مذاق کو سخت ناپسند کرتے ہیں۔ مسٹر لور مور کا قول ہے

ہنسنا اور خوش رہنا

کہ اہل امریکہ اپنے ملک کی صاف آب ہوا میں صرف ٹھنڈا پانی پی کر جس قدر سرور حاصل کرتے ہیں۔ وہی سرور مرطوب آب ہوا میں زندگی بسر کرنے والے اہل انگلستان کو نصف بوتل شامپین پینے پر بھی حاصل نہیں ہوتا۔ مختصر یہ کہ اہل امریکہ نہایت زندہ دل۔ خوش طبع اور دل لگی باز ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک انگریز جو ففتھ ایونیو کے ہوٹل میں اترا ہوا تھا۔ ایک مشہور عمارت کی لمبی دار سیڑھیوں پر چڑھ رہا تھا۔ اتنے میں ایک امریکن چھتری ہاتھ میں لئے ہوئے وہاں آیا۔ اور غلطی سے اس انگریز کو اپنا دوست "جان" تصور کر کے جلد جلد اس کے عقب میں سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ قریب پہنچ کر چھتری کی نوک اس کی کمر میں چبھونی شروع کر دی۔ سنجیدہ متین انگریز اس حادثہ سے گھبرا کر جلد جلد سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ امریکن نے بھی اسی تیز قدمی سے اس کا تعاقب جاری رکھا۔ جوں جوں وہ چھتری کو چبھوتا۔ توں توں انگلشمین کی رفتار لحظہ بلحظہ تیز ہوتی جاتی تھی۔ آخر کار وہ چوٹی پر پہنچ کر ٹھہر کر

اپنے متعاقب دشمن کو قہر و غضب کی نگاہوں دیکھنے لگا۔ جوں ہی انگریز کے چہرے پر امریکن کی نگاہ پڑی۔ وہ اپنی غلطی پر سخت متنبہ ہوا۔ اور اُس نے چلاکر کہا کہ "صاحب میں آپ سے کمال عجز سے معافی مانگتا ہوں۔ میں یہ سمجھا تھا کہ آپ میرے دوست جان ہیں۔ ورنہ مجھ سے ایسی غلطی سرزد نہ ہوتی۔" انگریز نے جیبوں میں ہاتھ ڈالکر سنجیدگی سے کہا کہ "کیا تمہارا دوست جان اِس قسم کی حرکات کو جائز رکھ سکتا ہے؟"

دو سال ہوئے ہیں کہ دو نوجوان انگلش لیڈیاں جو میری بیوی کی شناسا تھیں میرے گھر مہمان ہوئیں۔ اور اُنھوں نے موسم گرما والڈ میئر میں بسر کیا لیکن اِس تمام عرصے میں کبھی میں نے اُن کو کسی مذاق کی بات پر ہنستے نہیں دیکھا میں نے اُن کو ہنسانے کے لئے بہت سی سُنی اور اَن سُنی کہانیاں سنائیں۔ مگر اُن کے ہونٹوں پر مُسکراہٹ تک نمودار نہ ہوئی۔ خفیف سے مبالغہ پر بھی وہ صاف ٹوک دیتیں کہ ہمیں تو یقین نہیں آتا +

تمام شد